اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
AUGUST 2017
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 280
Regd. # MC-1177

فرقہ مرجئہ، خوارج و وہابیہ کا تعارف اور امامِ اعظم ابو حنیفہ پر وہابیوں کے
مرجئی ہونے کے الزام کا مدلل و مسکت جواب

رَفعُ الأستارِ السميكة
عن وجوه
المرجئة والوهابية الشنيعة

معروف بہ

فرقہ مرجئہ اور وہابیہ
ایک تعارفی و تحقیقی مطالعہ

مصنف
مفتی رضاء الحق اشرفی مدظلہ العالی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

فرقۂ مرجئہ، خوارج و وہابیہ کا تعارف اور امام اعظم ابو حنیفہ پر وہابیوں کے

مرجئی ہونے کے الزام کا مدلل و مُسکِت جواب

رَفعُ الأستارِ السميكة

عن وجوه

المرجئة والوهابية الشنيعة

معروف به

فرقۂ مرجئہ اور وہابیہ

ایک تعارفی و تحقیقی مطالعہ

مصنف

مفتی رضاء الحق اشرفی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

نام کتاب : المرجئة والوهابية الشنيعة

معروف بہ

فرقۂ مرجئہ اور وہابیہ، ایک تعارفی و تحقیقی مطالعہ

مصنف : مفتی رضاء الحق اشرفی

اشاعت اول : جنوری 2016ء۔ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ (انڈیا)

اشاعت دوم : اگست 2017ء۔ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ

سلسلہ اشاعت نمبر : 280

صفحات : 96

تعداد: 5000

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

021-32439799

فہرست

پیش لفظ

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر معاندین، حاسدین نے طرح طرح کے الزامات اور تہمتیں لگائیں، مگر آپ رضی اللہ عنہ کا دامن تمام الزامات اور تہمتوں سے صاف ہے۔ علمائے دین نے ہر زمانے میں ان الزامات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ ان الزامات میں سے ایک آپ رضی اللہ عنہ پر مرجئہ ہونے کا الزام بھی ہے جسے اس دور کے غیر مقلّد ہوا دے رہے ہیں اور حنفی نوجوانوں کو غیر مقلّد بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور امت مسلمہ کے مُحسن ہیں، چاہئے تو یہ تھا کہ اُن کے احسان کو مانا جاتا مگر یہ لوگ انہیں گمراہ ثابت کرنے کے لئے آپ پر مرجئہ ہونے کی تہمت لگاتے ہیں۔

مفتی رضاء الحق اشرفی مدظلہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آپ اس دور میں اُٹھنے والے فتنوں پر نظر رکھتے ہیں اور ان کے سدّ باب کے لئے حتی الامکان سعی فرماتے ہیں۔ حضرت کی تحریروں میں سے کچھ کو ادارہ عوام اہلسنّت کی خیر خواہی کے جذبے کے تحت پہلے بھی شائع کر چکا ہے۔

اور اس بار اس رسالہ "فرقہ مرجئہ اور وہابیہ" کو ادارہ اپنی اشاعت کے 280 ویں نمبر پر شائع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب کے صدقے مؤلف موصوف اور جمعیت اشاعت اہلسنّت کے اراکین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم دار الحدیث والافتاء

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

کتاب کی وجہ تالیف

اس سے قبل غیر مقلدین واہل حدیث کے رد میں راقم کی تین کتابیں نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، ترک رفع یدین اور فسقِ یزید بیک وقت منظر عام پر آئیں۔ اس کے بعد ایک کتاب ''لقب امام اعظم دلائل کے آئینے'' میں چھپ کر آئی تو مفکر اہل سنت حضرت مولانا قمر احمد اشرفی بھاگل پوری ناظم اعلیٰ جامع اشرف کچھوچھہ شریف نے یہ مشورہ دیا کہ غیر مقلدین واہل حدیث وہابی، امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب پر مرجئی وگمراہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بطور دلیل بعض محدثین کے اقوال کو بھی پیش کرتے ہیں۔ لہذا ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں موثر و تحقیقی انداز میں وہابی اہل حدیث کے پروپیگنڈے اور ان کے غلط الزام کا موثر اور مُسکت جواب دیا جائے۔ مفکرِ اہل سنت ناظم اعلیٰ جامع اشرف کی تحریک پر راقم نے قلم اٹھایا اور زیرِ نظر کتاب کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ امام اعظم اور آپ کے اصحاب پر وہابیہ کی جانب سے لگائے گئے الزام کا مدلل و مُسکت جواب دے کر اپنی دفاعی ذمہ داری پوری کی بلکہ مضبوط دلائل سے ثابت کیا کہ وہابی اہل حدیث فرقہ دراصل فرقۂ خوارج کی نئی شکل ہے۔ خوارج اور وہابیہ دونوں فرقوں کے عقیدے میں اشتراک پایا جاتا ہے۔

غیر مقلدین کے الزام کے جواب کو پختہ اور ہمہ جہت بنانے کے لئے کتاب میں فرقۂ مرجئہ کے تاریخی پس منظر، عقائد ونظریات پھر اس کے بالمقابل فرقۂ خوارج کے تعارفی پہلو اور اس کے عقائد ونظریات کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔

کتاب کا اردو نام ''فرقۂ مرجئہ اور خوارج'' ہونا چاہئے تھا لیکن اس کا نام ''فرقۂ مرجئہ اور وہابیہ'' اس نکتے کو ملحوظ رکھ کر منتخب کیا گیا ہے کہ وہابیہ دراصل فرقۂ خوارج ہی کی نئی شکل ہے جس کو کتاب کے اندر ثابت بھی کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ پر مرجئی ہونے کا الزام سب سے پہلے خوارج نے لگایا تھا اور اسی الزام کو آج کے وہابی بار بار دہرا رہے ہیں۔

نوجوان نسلوں کو امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب امام ابو یوسف، امام محمد وغیرہم سے بدظن کر کے اہل حدیث بنانے کے لئے کتب رجالِ حدیث کے حوالے سے بعض محدثین کے اقوال نقل کر کے یہ کہتے ہیں کہ ''دیکھو ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کو فلاں فلاں محدث نے مرجئی کہا ہے پھر تم ان کی تقلید کیوں کرو گے؟'' راقم نے قیامِ حیدر آباد کے دوران کئی نوجوانوں کو دیکھا جو سنی حنفی ہونے کے باوجود اپنے غیر مقلد اہل حدیث دوستوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے۔ کیا بعید کہ دوستوں کی صحبت رنگ لائی ہو اور کوئی سنی حنفی، غیر مقلد و اہل حدیث بھی بن گیا ہو۔

ایسے گمراہ کن ماحول میں ضرورت محسوس ہوئی اس بات کی کہ اپنے سنی حنفی نسل نو کے لئے عنوانِ مذکور پر بھی ایک تحریری دستاویز تیار کر کے پیش کردی جائے جو ان کے مذہب و مسلک کے تحفظ کا سامان بنے۔ چنانچہ راقم نے توفیق الٰہی کے سائے میں یہ کام شروع کیا اور اسی کی تائید سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

میں سراپا سپاس ہوں محسنِ قوم وملت جانشین شیخ اعظم قائد ملت حضرت العلام مولانا الحاج الشاہ سید محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کی بارگاہ اقدس میں جو اہل سنت ریسرچ سینٹر اور السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف کے بانی اور فاؤنڈر ہیں۔ جن کی محکم سرپرستی و نگرانی میں ہماری ساری قلمی سرگرمیاں جاری و ساری ہیں۔ نیز شکر گزار ہوں اپنے تمام معاونین و مخلصین کا جنہوں نے کتاب کو قارئین تک پہنچانے میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو دارین کی خیر وفلاح سے ہمکنار فرمائے۔

لائق صد ستائش ہیں اہل سنت ریسرچ سینٹر (ARC) کے جملہ اراکین جنہوں نے السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف کچھوچھہ شریف کے زیر اہتمام اس کتاب کی طباعت واشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ مولیٰ تعالیٰ سب کو جزاء خیر سے نوازے اور مزید دین وسنیت کی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رضاء الحق اشرفی مصباحی

السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف، جامع اشرف کچھوچھہ شریف (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرقہ مرجئہ وخوارج کا تاریخی پس منظر

اسلامی فرقوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرقہ مرجئہ اور خوارج کا ابتدائی ظہور خلیفۂ ثانی کے دور خلافت کے بعد حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے دور میں ہوا۔ پھر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے آخری دور میں فرقہ مرجئہ اپنے منفرد عقائد ونظریات کے ساتھ منظم شکل میں مشہور ہوا۔ نانچہ ابن سعد کے حوالے سے ذہبی نے لکھا ہے:

قال ابن سعد کان من المرجئة الاولیٰ الذین یرجئون علیا وعثمان

ترجمہ: ابن سعد نے کہا: مرجئہ کا پہلا گروہ ہے جو حضرت علی اور حضرت عثمان کے نزاعی معاملات کو اللہ کے سپرد کرنے والا تھا (وہ لوگ اس بارے میں مسلمانوں کے کسی گروہ کو یقینی طور پر خطا کار کہنے سے گریز کرتے تھے)

(تاریخ الاسلام 7/584)

تاریخ اسلام کے حاشیہ نگار شیخ عمر عبدالسلام التدمری نے لکھا ہے:

المرجئة فرقة ظهرت اثناء الخلاف بین معاویة وعلی

مرجئہ فرقہ حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف کے زمانے میں ظاہر ہوا

ابتدائی مرحلے میں مرجئہ صرف اُس گروہ کو کہا جاتا تھا جس کا یہ نظریہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاملے میں مسلمانوں کے مابین جو نزاعی معاملات اور منازعات ہوئے اور حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے آپسی نزاعی معاملات اور اس کے نتیجے میں ہونے والے آپسی قتال وخون ریزی وغیرہ امور سے متعلق مسلمانوں کے دو گروہ جو صحابۂ کرام کی مقدس جماعت پر مشتمل تھے ان میں سے کسی ایک گروہ کو قطعی طور پر خطا کار نہ

کہا جائے بلکہ اس معاملے کو اللہ کے فیصلے کے لئے موخر کردیا جائے۔ ظاہر ہے اس معنی کر
مرجئہ گروہ نہ بدعقیدہ تھا نہ کافر۔ لیکن رفتہ رفتہ اس گروہ کے نام سے ایک ایسا فرقہ ظہور پذیر
ہوا جس نے جمہور امت مسلمہ سے ہٹ کر ایمان و عقیدے سے متعلق اپنے کچھ باطل مزعومات
ونظریات کا اعلان کیا۔ چنانچہ مرجئہ میں سے بعض نے یہ کہا کہ ایمان صرف دل سے اسلام کو
حق جاننے کا نام ہے، اگر کوئی شخص دل سے اسلام کو حق مانتا ہے تو اگرچہ وہ شہادتین کا اقرار نہ
کرے، اسلام کے احکام پر عمل نہ کرے بلکہ بتوں کو سجدہ کرے، پھر بھی مومن ہے۔
حالاں کہ یہ عقیدہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔

پھر مرجئہ میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ایمان صرت شہادتین کے اقرار کا نام ہے۔
اگر کسی نے شہادتین کا زبان سے اقرار کرلیا تو خواہ وہ کوئی بھی کفری عمل کرے مومن ہی رہے گا
۔ مرجئہ کے ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ دل سے تصدیق کرنے اور شہادتین کے اقرار کرنے کے
بعد کوئی بھی گناہ ایمان کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتا۔ جیسا ایمان ایک گناہ گار بندے کا ہے ویسا ہی
ایمان ایک نیک بندے کا بھی ہے۔ جس طرح نیک کار مومن کبھی جہنم میں نہیں جائے گا اسی
طرح گناہ گار مومن بھی کبھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ عقیدہ بھی اسلام کے خلاف ہے۔

مرجئہ اگرچہ باطل فرقہ تھا لیکن اہل سنت و جماعت سے اس کا اس بات میں اتفاق تھا
کہ گناہ کبیرہ سے بندہ مومن رہتا ہے کافر نہیں ہوتا۔ ہاں اہل سنت و جماعت ایمان کے لئے
گناہ کو نقصان دِہ مانتے ہیں اور مرجئہ نقصان دِہ نہیں مانتے۔ عقیدے میں صرف اتنی سی
مماثلت کی بنیاد پر اہل سنت و جماعت کے مخالف فرقے خوارج و معتزلہ وغیرہ نے اہل سنت و
جماعت کو مرجئہ کہہ دیا۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

یہاں پر ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات تو واضح ہوگئی کہ خوارج اور معتزلہ
نے اہل سنت و جماعت کو مرجئہ کہا لہذا جہاں پر خوارج اور معتزلہ کے مقابلے میں مرجئہ کہا جا
ئے گا وہاں اس سے مراد گروہ اہل سنت و جماعت ہوگا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ محدثین کسی راوی
کے تعلق سے یہ کہتے ہیں کہ فلاں راوی ثقہ، صدوق، امام، زاہد، عابد، تقویٰ شعار اور دین ... کر

معاملے میں صاحبِ ورع بھی تھے لیکن ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یا کہتے ہیں کہ وہ مرجئی تھے۔ محدثین کے اس قول کا کیا مطلب ہوگا؟ جب راوی کے مذکورہ اوصاف سے اس کا سنی صحیح العقیدہ ہونا ظاہر ہے تو پھر جرح کے طور پر اس کے لئے وصفِ ارجاء کے ذکر کا کیا معنیٰ؟ یہ سوال چونکہ بہت اہم ہے اور اس کے جواب سے بہت سے شبہات کا ازالہ خود بخود ہو جائے گا، لہذا مناسب یہ ہے کہ جواب سے پہلے کچھ تمہیدی باتوں کو ذہن نشین کر لیا جائے تا کہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

ماضی میں اہل سنت و جماعت کے علماءِ محدثین و متکلمین وفقہاء کے درمیان ایمان کے تعلق سے ایک فروعی اور جزوی اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض علماء اہل سنت یہ فرماتے تھے کہ قرآن حکیم میں دل کو ایمان کا محل بتایا گیا ہے۔ دل کی تصدیق ویقین کا نام ایمان ہے اور تصدیق ویقین کا معنیٰ یہ ہے کہ جس چیز کی تصدیق ویقین کیا جائے اس کے خلاف کا شک بھی دل میں باقی نہ رہے۔ آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے حق ہونے کا ایسا یقین دل میں جما لینا ایمان ہے۔ یقین علم کی آخری حد ہے، اس سے کم درجے کے علم کو یقین نہیں کہا جا سکتا بلکہ ظن یا شک کہا جائے گا۔ جب ایمان علم یقین کا نام ہے تو ظاہر ہے اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ زیادتی تو اس لئے نہیں ہو سکتی کہ علم کا یہ آخری درجہ ہے، اس کے اوپر کوئی درجہ نہیں اور کمی اس لئے نہیں ہو سکتی کہ یقین سے کم درجے کے علم کو ظن یا شک کہا جاتا ہے اور ظن وشک ایمان نہیں، کیوں کہ وہ تو یقین ہے۔

معلوم ہوا کہ نفسِ ایمان میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایمان لانے کے بعد آدمی شرائع واحکام پر عمل کرتا ہے تو اس سے ایمان کے نور میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے ثمرات میں زیادتی ہوتی ہے۔ ایسے ایمان والے شخص کو کامل ایمان والا کہا جاتا ہے اور جو شخص شرائع واحکام پر عمل نہیں کرتا بلکہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے ایمان کی روشنی نکل جاتی ہے اور وہ ایمان کے فوائد وثمرات سے محروم رہتا ہے۔ ہاں وہ ایمان والا ہی رہتا ہے لیکن کامل ایمان والا نہیں۔ اِسی اختلاف کے ضمن میں علماء اہل سنت میں بعض علماء نے فرمایا کہ اعمال ایمان (تصدیق ویقین) کے اجزاء ہیں۔ جب کہ بعض علماء نے یہ فرمایا کہ اعمال ایمان

کے اجزاء نہیں بلکہ ایمان سے خارج ہیں، مگر لازم ہیں۔ عام طور پر محدثین کا یہ موقف تھا کہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں، جب کہ جمہور متکلمین وفقہاء اہل سنت کا یہ نظریہ تھا کہ اعمال اجزاء نہیں لیکن ایمان کے لئے لازم ہیں۔ بغیر اعمال کے ایمان کامل نہیں ہوتا۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور فقہاء احناف کا بھی یہی نظریہ تھا۔ علماء اہل سنت کے مابین گو کہ یہ ایک جزوی وفروعی اختلاف تھا لیکن حالاتِ زمانہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور باطل فرقوں کے عقیدے کے التباس سے بچنے کی غرض سے اہل سنت کا ہر گروہ اپنے اپنے موقف پر سختی سے قائم تھا اور اپنے مخالف کا شدت سے رد کرتا تھا حتی کہ بعض نے رد کرنے میں سخت غلو سے کام لیا۔ چنانچہ جن علماء نے یہ فرمایا کہ ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوتا یا جنہوں نے کہا کہ اعمال ایمان کے اجزاء نہیں ان پر مخالف گروہ کے بعض حضرات نے مرجئی ہونے کا الزام رکھ دیا اور یہ استفسار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ انہوں نے اپنے مخالف کی بات کا وہی معنی مراد لیا جو فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ ہے، کہ ان کے نزدیک ایمان کے زائد اور کم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک نیک کار مومن کا ایمان اور ایک گناہ گار مومن کا ایمان برابر ہے۔ اس غلط فہمی کا اصل سبب مخالف گروہ کی تردید میں شدت پسندانہ جذبہ ہے، جس نے سنجیدگی کے ساتھ مخالف کی بات کو سمجھنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جن علماء کے سامنے اپنے مخالف کی بات کا صحیح مطلب ومفہوم واضح ہو گیا انہوں نے واضح لفظوں میں بیان کر دیا کہ ارجاءِ مذموم کے عیب سے ان کے مخالف نظریہ رکھنے والے علماء اہل سنت کا دامن پاک ہے۔ پھر انہوں نے انہیں امام، عالم اور فقیہ، زاہد متقی وغیرہ الفاظ سے یاد کیا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ علماء ومحدثین وفقہاء اہل سنت کے درمیان اگرچہ ایمان کے گھٹنے بڑھنے اور اعمال کے جزو ایمان ہونے کے سلسلے میں اختلاف محض فروعی ولفظی تھا، کہ جو حضرات ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے قائل تھے اور اعمال کو جزو ایمان کہتے تھے وہ بھی اہل سنت تھے اور جو حضرات اعمال کو ایمان کے لئے لازم ماننے کے باوجود انہیں جزو ایمان نہیں مانتے تھے اور نفس ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے قائل نہیں تھے وہ بھی اہل سنت تھے۔ ہر گروہ نیک اعمال کرنے والے مومن کو کامل ایمان والا کہتا تھا اور

گناہ کرنے والے مومن کو ناقص ایمان والا کہتا تھا۔ باوجود اس کے ایمان میں زیادتی اور کمی ماننے والے اور عمل کو جزو ایمان ماننے والے علماء یہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ''ایمان میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی'' ایسا کہنے والوں کو وہ پسند نہیں کرتے تھے اور بعض تو شدت اختیار کرتے ہوئے ایسے شخص کو بلا تحقیق مرجئی تک کہہ دیتے تھے۔ حالاں کہ اس شخص کے کہنے کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ ایمان تصدیق و یقین کا نام ہے اور تصدیق و یقین میں نہ زیادتی ہوسکتی ہے نہ کمی۔ اس کے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ نیکو کار اور گناہ گار کا ایمان ایک جیسا ہے اور ایمان کے لئے نیک عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔

حاصلِ گفتگو یہ ہے کہ اگر محدثین نے کسی راوی کے بارے میں یہ کہا ہے کہ فلاں مرجئی تھا یا اس پر ارجاء کا الزام ہے تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ فلاں راوی مرجئی، بدعقیدہ تھا۔ کیوں کہ وہ محدثین جو اعمال کو جزو ایمان مانتے تھے اور ایمان میں زیادتی و کمی کے قائل تھے انہوں نے اُن فقہاء و محدثین کو مرجئی کہہ کر جرح کی ہے جو صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت تھے لیکن اعمال کو جزو ایمان ماننے اور ایمان میں زیادتی و کمی کا قول کرنے میں ان سے اختلاف رکھتے تھے۔ لہذا کتب تراجم و رجال میں کسی راوی کے تعلق سے مرجئی یا اہل ارجاء وغیرہ نظر آئے تو بلا تحقیق اس راوی کو گمراہ و بدعقیدہ کہنا غلط ہوگا۔ جیسا کہ خوارجِ زمانہ وہابی اہل حدیث کے علماء بڑی جرأت کے ساتھ امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب پر مرجئی و گمراہ ہونے کا الزام رکھتے ہیں اور ذرا بھی آخرت کا خوف محسوس نہیں کرتے۔ اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

ارجاء اور مرجئہ

مُرجئہ لفظِ اِرجاء سے ماخوذ ہے۔ ارجاء کے دو معنی ہیں۔ پہلا معنی موخر کرنا مہلت دینا۔

جیسا کہ قرآن حکیم سورۃ الاعراف آیت ۱۱۱ میں ہے:

قالوا اَرْجِہ وَاَخَاہُ

فرعون کے درباریوں نے فرعون سے کہا موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارون) کو

پیچھے ڈال دو۔

دوسرا معنی: اِعطاءُ الرَّجاء یعنی امید دلانا۔ پہلے معنی کے اعتبار سے جماعت اہل سنت کے اس گروہ پر مرجئہ کا اطلاق کرنا صحیح ہے جو عمل کو نیت اور عقیدے سے موخر قرار دیتا ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے اس فرقہ باطلہ کو مرجئہ کہا گیا ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو یہ کہہ کر پُرامید بناتا ہے کہ جو ایمان والا ہے اس کو گناہ کچھ بھی نقصان پہنچانے والا نہیں۔(الملل والنحل 1/931)

دوسرے معنی میں اہل سنت کو بھی مرجئہ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ گناہ گار مومن بندے کے حق میں اہل سنت، اللہ کی مغفرت کی امید رکھنے والے ہیں لیکن فرقۂ مرجئہ کی طرح نہیں۔ پہلے معنی میں اہل سنت و جماعت کو اس لحاظ سے بھی مرجئہ کہنا صحیح ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کے معاملے کو وہ آخرت کے لئے موخر کر کے اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور دنیا میں اس کے تعلق سے یقینی اور حتمی طور پر یہ نہیں کہتے کہ وہ جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ مغفور ہو کر جنت میں داخل ہوگا، یا قطعی طور پر یہ بھی نہیں کہتے کہ وہ مغفور نہیں ہوگا بلکہ جہنم میں جائے گا۔ اس معنی کے اعتبار سے مرجئہ کے مقابلے میں فرقۂ وعیدیہ ہے جو قطعی طور پر گناہ گار شخص کو جہنمی قرار دیتا ہے۔ نیز پہلے معنی میں اس اعتبار سے بھی اہل سنت کو مرجئہ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے پہلے درجے سے موخر کر کے چوتھے درجے میں رکھتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے مرجئہ کے مقابلے میں شیعہ فرقہ ہے جو حضرت علی کو خلافت میں پہلے درجے میں رکھتا ہے۔(الملل والنحل 1/931)

شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ کے اقتباسِ مذکور سے یہ معلوم ہوا کہ بعض جہتوں سے اہل سنت و جماعت کو بھی اہل ارجاء اور مرجئہ کہا گیا ہے۔ لہذا مطلقاً مرجئ ہونا مذموم و ناپسندیدہ نہیں بلکہ بعض معانی کے لحاظ سے اہل سنت بھی مرجئ ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب نیز بخاری و مسلم کے درجنوں راویوں کو جس معنی میں اہل ارجاء اور مرجئ کہا گیا ہے وہ معنی محمود و پسندیدہ ہے۔ لہذا ان پر وصفِ ارجاء کی بنیاد پر جرح کرنا جرحِ نامقبول ہے۔

فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ ---مرتکبِ کبیرہ کے بارے میں

فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد آدمی چاہے جتنا بڑا گناہ کرے جہنم میں نہیں جائے گا۔ ایمان لانے کے بعد جہنم آدمی پر حرام ہو جاتی ہے۔

☆ امام ابن خزیمہ (وفات: ۳۳۱ھ) نے مرجئہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

الصنف الثانی: الغالیۃ من المرجئۃ التی تزعم ان النار حرمت علی من قال لا الٰہ الا اللہ۔ (التوحید لابن خزیمۃ 2/967)

ترجمہ: دوسری قسم مرجئہ غالیہ ہے۔ اس فرقے کا گمان یہ ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس پر جہنم حرام ہو گئی۔ (یعنی وہ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا)

☆ علامہ سعد الدین تفتازانی (وفات: ۷۹۱ھ) نے تحریر فرمایا:

انما المرجئۃ الخالصۃ الباطلۃ ھم الذین یحکمون بان صاحب الکبیرۃ لایعذب اصلا۔ انما العذاب والنار للکفار۔ (شرح المقاصد 2/571)

ترجمہ: مرجئہ خالصہ باطلہ وہ لوگ ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گناہ کبیرہ والے کو کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا۔ عذاب اور جہنم صرف کافروں کے لئے ہی

☆ علامہ آجری (وفات: ۳۶۰ھ) نے لکھا:

قولھم: ان من قال لا الٰہ الا اللہ لم تضرہ الکبائر ان یعملھا ولا الفواحش ان یرتکبھا وان البار التقی الذی لایباشر من ذالک شیئا والفاجر یکونون سواء. (الشریعۃ ص 741)

ترجمہ: فرقۂ مرجیہ کا کہنا یہ ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ کبیرہ گناہ اور فواحش کا ارتکاب کرے تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوگا اور نیک پرہیز گار جو گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں اور گناہ گار آدمی دونوں برابر ہیں۔

فرقۂ مرجیہ کا یہ عقیدہ باطل و گمراہی ہے۔ اس فرقہ نے اپنے باطل عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث سے کچھ دلائل جو درحقیقت باطل شبہات ہیں، بھی پیش کیے

ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان شبہات کو ذکر کر کے ان کی تردید بھی پیش کر دی جائے۔
چنانچہ ذیل میں فرقہ مرجئہ کے شبہات مع جوابات ذکر کیے جاتے ہیں۔

فرقہ مرجئہ کے دلائل

فرقہ مرجئہ نے اپنے باطل عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کچھ قرآنی ایات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ دلیل مع جواب ملاحظہ کریں۔

پہلی دلیل: قرآن حکیم میں متعدد مقامات پہ دل کو ایمان کا محل کہا گیا ہے

سورۃ الحجرات آیت ۷ میں ہے:

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیکُمُ الاِیمانَ وَزَیَّنَہٗ فِی قُلُوبِکُمْ

ترجمہ: لیکن اللہ نے تمہارے ایمان کو محبوب رکھا اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین فرما دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان کا محل دل ہے۔ اسی طرح سورۃ الحجرات کی آیت ۱۴ میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلٰکِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْإِیمَانُ فِی قُلُوبِکُمْ

ترجمہ: دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ اے نبی آپ فرما دو کہ تم مومن نہیں ہوئے لیکن تم کہو ہم بظاہر مان گئے اور اب تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔

پھر سورۃ المجادلہ آیت ۲۲ میں ہے:

اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِہِمُ الاِیمانَ

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ ایمان دل میں ہوتا ہے۔ اور ایمان کا معنی ہے اللہ کی جانب سے نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تمام ضروری باتوں کو حق ماننا۔ جب ایک

بندے نے دل سے اس کو مان لیا تو وہ ایمان والا ہو گیا۔ اور قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر مومن جنتی ہے، لہذا ایمان لانے کے بعد بندہ چاہے اچھا عمل کرے یا برا، اس سے ایمان کچھ بھی متاثر نہیں ہوگا اور بہر حال جنت میں جائے گا۔ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ کیوں کہ مومن جب جنتی ہے تو وہ جہنمی کیوں کر ہوگا؟ جہنمی تو صرف کافر ہیں۔

پہلی دلیل کا رد قرآنی آیات سے

جن قرآنی آیات سے فرقۂ مرجئہ نے اپنے گمراہ کن عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گناہ کبیرہ اور برے عمل سے ایمان کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا اور گناہ گار مومن کبھی جہنم میں نہیں جائے گا، ان آیات سے ان کا فاسد عقیدہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ کثیر آیات واحادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ گناہ و برے عمل سے ایمان کو نقصان ہوتا ہے۔ گناہ گار مومن بھی جہنم میں جائے گا، پھر گناہوں کی سزا پاکر ایمان کے سبب جنت میں داخل کیا جائے گا اور جنت میں ہمیشہ رہے گا۔

ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور گناہ گار مومن جہنم میں جائے گا اس کے ثبوت پر چند قرآنی آیات واحادیث پیش کی جاتی ہیں:

پہلی آیت: قرآن حکیم سورۃ المائدۃ آیت ۴۰ میں ہے:

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ: وہ (اللہ) جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف فرمادے گا اور اللہ ہر شئی پر قدرت والا ہے۔

”جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف فرمادے گا“ سے مراد گناہ گار مومن بندہ ہے۔ کہ اللہ جس گناہ گار مومن کو چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف فرمادے گا۔ کافر ومشرک کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ کیونکہ قرآن حکیم سورۃ النساء آیت ۴۸،۱۱۶ میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ: بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے علاوہ (گناہ)

کو جس کے لئے چاہے گا معاف فرما دے گا۔

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اللہ چاہے گا تو گناہ گار مومن کو عذاب دے گا لہذا فرقہ مرجئہ کا یہ کہنا کہ ایمان کے لئے گناہ کچھ مضر نہیں اور گناہ گار مومن کو عذاب نہیں دیا جائے گا، قرآن کے خلاف ہے۔

دوسری آیت: قرآن حکیم سورۃ العنکبوت آیت ۲۱ میں ہے: ی

يُعَذِّبُ مَنْ يَشَائُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَائُ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ

ترجمہ: اللہ جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جس پر چاہے گا رحم فرمائے گا اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

اس آیت میں بھی ''جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جس پر چاہے گا رحم فرمائے گا'' سے مراد گناہ گار مومن بندہ ہے۔ کیونکہ آخرت میں کافر پر اللہ ہرگز رحم نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ آگے آیت ۲۳ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَلِقَائِهٖ اُولٰئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَحْمَتِيْ وَاُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا اور اس سے ملاقات کا انکار کیا وہ لوگ میری رحمت سے مایوس ہوں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اللہ چاہے گا تو گناہ گار مومن کو عذاب دے گا اور چاہے گا تو اس پر رحم فرمائے گا اور اسے معاف فرما دے گا لہذا فرقہ مرجئہ کا یہ کہنا کہ گناہ گار مومن کو عذاب نہیں دیا جائے گا، قرآنی آیت کے خلاف ہے

تیسری آیت: قرآن حکیم سورۃ الجاثیۃ آیت ۲۱ میں ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے جنہوں نے برائیاں کیں، یہ گمان کیا کہ ہم ان کی اور ان کی جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، دونوں کی زندگی اور موت

برابر کریں گے۔ کیا ہی برا فیصلہ ہے ان کا۔

اس آیت مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ نیک اعمال والے مومن اور گناہ گار مومن کی موت وحیات برابر نہیں۔ موت وحیات دونوں کی برابر نہیں، کا معنی یہی ہے کہ نیکوں کی موت وحیات اچھی ہے اور بدکاروں کی بری۔ اللہ کے نزدیک دونوں برابر نہیں تو مرجئہ کا یہ عقیدہ یقیناً باطل ہے کہ نیک کار مومن بندہ اور بدکار مومن بندہ دونوں برابر ہیں۔

چوتھی آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَى بِالْأُنثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (سورۃ البقرۃ آیت 871)

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر مقتولوں کے معاملے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد، آزاد کے بدلے میں، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے۔ تو جسے اپنے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معافی حاصل ہو تو بھلائی کے ساتھ (دیت) کا مطالبہ کرنا ہے اور (قاتل کو) احسان کے ساتھ دیت (خون بہا) ادا کر دینا ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے تو اس کے بعد (قاتل ومقتول کے وارث میں سے) جو شخص زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مقتول کے وارثین نے قاتل کا قصاص معاف کر دیا اور خون کا بدلہ لینا طے پایا تو قاتل کو چاہیے کہ خوش اسلوبی کے ساتھ خون بہا ادا کر دے اور مقتول کے وارثین کو چاہیے کہ جو خون بہا متعین ہوا ہے بھلائی کے ساتھ اس کا مطالبہ کریں۔ معافی کے بعد دونوں میں سے جو بھی زیادتی کرے، مثلاً قاتل دیت ادا کرنے سے انکار کرے یا اس میں کمی کرے یا مقتول کے وارث قصاص معاف کرنے کے بعد قاتل کو قتل کر دے تو جو بھی زیادتی کرنے والا ہو گا اس کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے، ظاہر ہے ظلم

وزیادتی کرنے والا گناہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے لئے دردناک عذاب ہے، اور خطاب مومن سے ہے تو معلوم ہوا کہ گناہ گار مومن عذاب کا مستحق ہے۔ لہذا اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ گناہ گار مومن کو عذاب نہیں دیا جائے گا، یقیناً باطل ہے۔

پانچویں آیت:

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶)

ترجمہ: جو یہ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے ان مومن بندوں کی مدح فرمائی ہے جو ایمان لانے کے بعد اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے ہیں اگر ایمان لانے کے بعد گناہ کچھ نقصان دینے والا نہیں تو گناہ سے مغفرت چاہنے کا کیا معنیٰ؟ اور اگر گناہ کی وجہ سے مومن جہنم کے عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا تو عذاب سے بچنے کے لیے رب تعالیٰ سے دعا کرنے کی کیا حاجت؟ گناہ سے مغفرت چاہنے کا اللہ نے حکم دیا ،اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گار مومن کو اس کے گناہ کے سبب عذاب ہوسکتا ہے۔ اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔

چھٹی آیت:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورۃ المائدہ آیت ۹۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تمہیں کچھ شکار سے ضرور آزمائے گا۔ اس شکار کو تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پالیں گے۔ تاکہ اللہ یہ ظاہر فرمادے کہ غائبانہ اللہ سے کون ڈرتا ہے۔ اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیتِ مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مومنوں کو آزمائے گا جو حالتِ احرام میں ہوں گے۔ شکار کے جانوروں کو ان کے دسترس میں کردے گا کہ ہاتھ بڑھا کر اور بآسانی نیزہ مار کر انہیں شکار کرسکیں گے، حالاں کہ شکار کرنا ایسی حالت میں ان کے لئے حرام کیا گیا ہے۔ انہیں اللہ آزمائے گا کہ شکار پر بآسانی قدرت ہونے کے باوجود کون اللہ سے ڈرتے ہوئے شکار سے اپنے ہاتھوں کو روکتا ہے اور کون اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے حد سے تجاوز کرتا ہے۔ جو شکار کر کے ظلم کرنے والا ہوگا اس پر سخت دردناک عذاب ہوگا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حالتِ احرام میں شکار کرنا گناہ ہے اور اس گناہ کا مرتکب شریعت کی حد سے بڑھنے والا ہے۔ اس لئے اس کے لئے اللہ کا عذاب ہے اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب مومن بندوں سے ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مومن بندہ گناہ کے سبب عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔ قرآن کے خلاف ہے۔

ساتویں آیت:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (سورۃ الماعون آیت 7,6,5,4)

ترجمہ: تو عذاب ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔

نمازی کا نماز سے غافل رہنا، وقت سے موخر کر کے پڑھنا، ریاکاری کے طور پر نماز پڑھنا اور بھلائی سے روکنا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں اور ان پر اللہ نے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والا آدمی گناہوں کے سبب عذاب پانے کا مستحق ہے۔ لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا ''کہ گناہ سے ایمان والے کو کچھ نقصان نہیں ہوتا'' باطل و گمراہی ہے۔

آٹھویں آیت:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (سورۃ الزلزال آیت 8,7)

ترجمہ: تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے (آخرت میں) دیکھے گا اور جو ذرہ

برابر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔

آخرت میں ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر برائی کو دیکھنے اور دکھانے کا مقصد یہی ہوگا کہ بندہ اپنے عمل کا ثواب یا عذاب پائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان رحیمی وکریمی سے معاف فرمائے یا عذاب دی اگر ایمان کے بعد عمل کا کچھ فائدہ یا نقصان نہیں تو آخرت میں حساب کتاب اور میزان عمل قائم کرنا بے مقصد ہوگا۔ حالانکہ قرآنی آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا اور حساب وکتاب ہوگا پتہ چلا کہ فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ ایمان کے ساتھ عمل کا کچھ فائدہ یا نقصان نہیں، باطل وگمرہی ہی

نویں آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا

(الاحزاب:17,07)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جو اللہ اوراس کے رسول کی پیروی کرے گا یقیناوہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔

آیتِ مذکورہ میں اللہ نے اپنے مومن بندوں کو اللہ کا تقویٰ حاصل کرنے اور انہیں صحیح بات کہنے کا حکم دیا ہے، جس پر ان کے اعمال کی اصلاح اور مغفرت ذنوب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر فرقۂ مرجئہ کے بقول ایمان کے بعد بندوں کو اعمال کی کچھ ضرورت نہیں تو اللہ نے انہیں نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے بچنے کا حکم کیوں دیا اور ان کے گناہوں کی مغفرت کی بات کیوں ارشاد فرمائی؟ اگر عمل بے فائدہ ہے تو معاذ اللہ نیکیاں کرنے اور برائیوں سے بچنے کا حکم دینا عبث وبے فائدہ ٹھہرے گا اور اللہ عزّوجلّ عبث وبے فائدہ حکم دینے سے پاک ہے۔

معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ عمل ضروری نہیں باطل وگمرہی ہے۔

دسویں آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

(سورۃ آل عمران آیت ۱۳۰، ۱۳۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! دوگنا تین گنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اس جہنم سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

سود کھانا گناہ کبیرہ ہے۔ اگر ایمان کو اس سے نقصان نہ ہوتا تو اللہ ایمان والوں کو اس سے منع نہ فرماتا اور انہیں اس جہنم سے نہ ڈراتا جو کافروں کے ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو مومن بندہ سود کھائے گا وہ جہنم میں جلنے کا مستحق ہوگا اگر گناہ کبیرہ سے مومن کو عذاب نہ ہوتا تو عذاب سے ڈرانے کا کیا معنی؟

مذکورہ چند قرآنی آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں ورنہ درجنوں آیات اس بات کو ثابت کرنے والی ہیں کہ گناہ گار مومن بندے کو اس کے گناہ کبیرہ پر عذاب دیا جائے گا لہذا فرقہ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ ایمان کے بعد عمل کی کوئی ضرورت نہیں اور گناہ کبیرہ کا مرتکب جہنم میں نہیں جائے گا، باطل ہی فرقہ مرجئہ اپنے باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے جو آیات قرآنیہ پیش کرتا ہے ان سے اس کا عقیدہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ان آیات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مومن جنت میں جائے گا۔ کسی آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ گناہ گار مومن جہنم میں کبھی نہیں جائے گا بلکہ کثیر آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہ گار مومن کو اس کے گناہ پر عذاب دیا جائے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔ ہاں اگر اللہ کی رحمت ہو تو گی اسے معاف فرمائے گا اور ابتداء ہی میں جنت میں داخل فرمائے گا، ورنہ اس کے گناہوں کے حساب سے عذاب دیا جائے گا پھر اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس کی تائید میں بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا۔ ایمان یہ ہے کہ قرآن کی تمام آیات کو مانا جائے۔ ایمان یہ نہیں کہ بعض آیات کو مانا جائے اور بعض کو پس پشت ڈال دیا جائے فرقہ مرجئہ نے اپنے باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے بعض آیات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے، جیسا کہ

اوپر آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

فرقۂ مرجئہ کی دوسری دلیل

فرقۂ مرجئہ نے اپنے غلط عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کچھ احادیث کریمہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ ذیل میں ان کے استدلال کو جواب کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

حدیث: عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ اتانی ات من ربی فاخبرنی اوقال بشرنی انہ من مات من امتی لایشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ قلت: وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ میرے پاس میرے رب کے پاس سے ایک آنے والا (جبرئیل علیہ السلام) آیا۔ اس نے مجھے خبر دی یا فرمایا خوش خبری دی کہ میری امت کا جو آدمی اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا تھا تو جنت میں داخل ہوگا۔ میں (حضرت ابوذر) نے کہا: اگرچہ وہ زنا کرے؟ اگرچہ چوری کرے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔

تخریج حدیث: یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری میں سات مقامات پہ اور صحیح مسلم میں پانچ مقامات پہ موجود ہی صحیحین کے علاوہ سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ترمذی، مسند امام ابوحنیفہ، مسند احمد بن حنبل، موطا امام مالک، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مستخرج ابی عوانہ، صحیح ابن حبان وغیرہ کثیر کتب احادیث میں مختلف طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ بعض روایتوں میں من قال لا الہ الا اللہ لم یدخل النار کے الفاظ ہیں۔ یعنی جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور شرک نہیں کیا اور اسی حالت میں فوت ہوا تو وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ اگرچہ زنا کرے، چوری کرے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گناہ کبیرہ سے مومن کو کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ زنا، چوری وغیرہ بڑے گناہوں کا مرتکب بھی جنت میں جائے گا۔ جہنم میں کبھی نہیں جائے گا۔

فرقۂ مرجئہ کی دوسری دلیل کا جواب

حدیثِ مذکور اور اُس جیسی تمام احادیث سے فرقۂ مرجئہ جو اپنا باطل عقیدہ ثابت کرتا ہے کہ گناہ کبیرہ مثلاً زنا چوری وغیرہ کی وجہ سے مومن جہنم میں نہیں جائے گا وہ سراسر غلط ہی اس قسم کی تمام احادیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جس نے دل سے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا وہ مومن ہے۔ اگر وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا تو اس کی وجہ سے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا اور وہ کافروں کی طرح ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کے گناہ کی وجہ سے اسے جہنم میں داخل فرمائے گا پھر جہنم سے نکال کر جنت میں ضرور داخل فرمائے گا کیوں کہ اللہ تعالی نے ہر مومن کو جنت میں داخل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ وعدہ خلافی کرے یہ ممکن نہیں۔ جن احادیث میں گناہ گار مومن کے جہنم میں داخل نہ ہونے کا ذکر ہے ان احادیث کا معنی یہ ہے کہ گناہ گار مومن ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہی فرقۂ مرجئہ کے عقیدے کے باطل ہونے پر کثیر صحیح احادیث بطور دلیل موجود ہیں۔ چند صحیح احادیث بطور نمونہ ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

مرجئہ کے خلاف پہلی حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أتدرون ما المفلس؟ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم (روپے پیسے) ہو نہ ساز وسامان۔ آپ نے فرمایا: بے شک میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کے پاس نماز، روزے، زکاۃ ہوں گے، حالاں کہ اس نے کسی کو گالی گلوج کی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا، ناحق کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو ناحق مارا ہوگا تو اس شخص کی نیکیاں مظلوم شخص کو دے دی جائیں گی۔ جب اس کی نیکیوں سے بھی اس کے گناہوں کی تلافی نہیں ہوگی تو مظلوم کے گناہوں کو اس پر لاد دیا جائے گا پھر اس ظالم کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم:95(1852)4/7991)

تخریج حدیث: یہی حدیث صحیح مسلم کے علاوہ صحیح ابن حبان، السنن الکبریٰ للبیہقی، سنن الترمذی، شعب الایمان، المعجم الاوسط للطبرانی، وغیرہ کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ حقوق العباد میں گرفتار گناہ گار مومن بندہ اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں جائے گا۔ لہذا فرقہ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا، باطل ہے۔

دوسری حدیث: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر آپس میں لڑیں تو قاتل ومقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ ابوبکرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے (اس لئے جہنم میں جائے گا) لیکن مقتول کا کیا حال ہے؟ (کہ وہ جہنم میں جائے گا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس لئے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ (صحیح البخاری 51/1 حدیث ۳۱، صحیح مسلم 3122/4)

تخریج حدیث: یہ حدیث صحیحین کے علاوہ سنن ابوداؤد، صحیح ابن حبان، السنن الکبریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للنسائی، سنن ابن ماجہ، سنن النسائی، شرح مشکل الآثار، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند بزار وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

مسلمانوں کا آپس میں لڑنا اور کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے گناہ گار مسلمان کے حق میں فرمایا کہ وہ جہنم میں جائے گا۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ فرقہ مرجئہ کا یہ کہنا کہ گناہ گار مومن اپنے گناہ کے سبب جہنم میں نہیں جائے گا، باطل ہے۔

تیسری حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ کچھ مومنوں کو (جہنم کے لئے) روک لیا جائے گا۔ وہ پریشان ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمیں اپنے رب کے پاس کسی کو سفارشی بنانا چاہئے تاکہ وہ ہمارے مشکل مقام سے ہمیں راحت دلائے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ آدم تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ آپ کو اللہ نے اپنے ''ید'' (اپنی خاص قدرت) سے پیدا فرمایا اور

آپ کو جنت میں سکونت عطا فرمائی۔ آپ کو ملائکہ کا مسجود بنایا۔ آپ کو تمام اسماء کے نام سکھائے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے لئے شفاعت کیجئے تاکہ اس پریشانی کے مقام سے ہمیں راحت مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم فرمائیں گے: میں اس مرتبے پہ نہیں اور وہ اپنی لغزش کو یاد کریں گے جو ان سے صادر ہوئی تھی کہ شجرۂ ممنوعہ سے تناول فرمایا تھا۔ وہ فرمائیں گے تم سب نوح کے پاس چلے جاؤ۔ وہ اہل زمین کے اول نبی ہیں۔ وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی وہی جواب دیں گے کہ میں اس مقام پہ نہیں ہوں اور وہ اپنی لغزش کو یاد کریں گے جو ان سے صادر ہوئی تھی، کہ انہوں نے بغیر علم کے اپنے رب سے سوال کیا تھا (کہ اے اللہ روئے زمین پہ کسی کافر کا کوئی گھر باقی نہ رکھ)۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تم سب ابراہیم خلیل الرحمن کے پاس چلے جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہی جواب دیں گے کہ میں اس مقام پہ نہیں ہوں اور وہ اپنے بولے ہوئے تین کلمات کو یاد کریں گے جو بظاہر کذب معلوم ہوتے تھے۔ وہ فرمائیں گے۔ تم سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں کہ اللہ نے ان سے کلام فرمایا ہے اور انہیں مقرب ونجی (کلیم اللہ) بنایا۔ وہ حضرت موسیٰ کے پاس آئیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس مقام پہ نہیں۔ وہ اپنی لغزش کو یاد کریں گے جو ان سے صادر ہوئی تھی کہ (بے ارادہ) ان سے ایک شخص کا قتل واقع ہو گیا تھا۔ وہ کہیں گے کہ تم سب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی جواب میں یہی کہیں گے میں اس مقام پہ نہیں ہوں۔ تم سب محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ نے ان کے اگلے پچھلے سارے ذنب بخش دیئے ہیں (ان کے سبب سے اگلے پچھلوں کے گناہ بخش دیئے ہیں)۔ وہ سب میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اس کے دار (دار جنان) کے بارے میں اجازت مانگوں گا۔ وہ مجھے اجازت عطا فرمائے گا۔ میں جیسے ہی اسے دیکھوں گا سجدے میں چلا جاؤں گا۔ اللہ جب تک چاہے گا مجھے اس حال میں رہنے دے گا پھر فرمائے گا

۔اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھایئے۔ مانگئے آپ کو دیا جائے گا۔ بولئے آپ کی سنی جائے گی۔ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا پھر اللہ کی ایسی حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے تعلیم فرمائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو ایک حد متعین کی جائے گی۔ میں اس کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ میں دوبارہ اپنے رب کی بارگاہ میں پلٹوں گا اور اپنے رب کو پہلے کی طرح دیکھوں گا تو شفاعت کروں گا اور میرے لئے ایک حد متعین کی جائے گی۔ اسی کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ اسی طرح تیسری بار بھی کروں گا پھر چوتھی بار اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور عرض کروں گا اے اللہ! اب جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا، سوائے اس کے جس کو قرآن نے روک رکھا ہے یعنی جس کے لئے ہمیشگی کا عذاب لازم ہو چکا ہے۔ (صحیح البخاری 6/ 71، حدیث 6744، صحیح مسلم 1/ 081، حدیث 223)

تخریج حدیث: یہ حدیث صحیحین کے علاوہ سنن ابن ماجہ، السنن الکبریٰ للنسائی، مسند احمد، مسند ابویعلی، مسند ابوداؤد طیالسی، صحیح ابن حبان، التوحید لابن خزیمہ، الایمان لابن مندہ، الاسماء والصفات للبیہقی، الشریعہ للآجری، سنن الدارمی، شعب الایمان وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

شفاعت کی جملہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہنم میں جانے والے گناہ گار مومن بندوں کو رسول اکرم ﷺ اپنی شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نکالیں گے اور جہنم میں صرف کافر ومشرک رہ جائیں گے، کیوں کہ انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہے اس حدیث اور دیگر احادیثِ شفاعت سے فرقۂ مرجعہ کا یہ عقیدہ باطل ہو جاتا ہے کہ کوئی گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا۔

چوتھی حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے نوکروں میں ایک شخص تھا جس کو کرِکرِہ کہا جاتا تھا۔ اس کی موت ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ھو فی النار" وہ جہنم میں جائے گا۔ لوگ اس کی چھان بین کے لئے اس کے پاس گئے تو وہاں ایک عبا پایا جسے اس نے خیانت سے حاصل کیا تھا۔ (صحیح البخاری باب القلیل من الغلول 4/ 47 حدیث 4703)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کے علاوہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ، السنن الکبریٰ للبیہقی، مصنف عبدالرزاق، مسند احمد وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

حدیثِ مذکور سے ثابت ہوا کہ خیانت جو گناہ کبیرہ ہے، اس کی وجہ سے مسلمان کو جہنم کا عذاب ہوسکتا ہے لہذا فرقۂ مرجعہ کا یہ کہنا کہ مسلمان کو گناہ کچھ نقصان نہیں کرتا باطل ہے۔

پانچویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کا فیصلہ ہوگا جو شہید کیا گیا ہے۔ اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کی معرفت کرائے گا تو نعمتوں کو پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے اِن نعمتوں کے شکر مین کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ اللہ فرمائے گا۔ تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے اس لئے جہاد کیا تھا تاکہ تجھے بہادر کہا جائے سو وہ کہا جاچکا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں داخل کردیا جائے گا۔ پھر ایک آدمی کا فیصلہ ہوگا جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن پڑھا۔ اسے لایا جائے گا اور اللہ اسے اپنی نعمتوں کی معرفت کرائے گا تو وہ نعمتوں کو پہچان لے گا۔ اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن پڑھا، تیری رضا کے لئے۔ اللہ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے علم اس لئے سیکھا تاکہ کہا جائے کہ تو عالم ہے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ کہا جائے تو قاری ہے، سو وہ کہا جاچکا۔ پھر حکم ہوگا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ پھر ایک شخص کو لایا جائے گا جس کو اللہ نے وسعت دی تھی اور ہر قسم کے مال سے نوازا تھا۔ اسے اپنی نعمتوں کی معرفت کرائے گا تو وہ نعمتوں کو پہچان لے گا۔ اللہ فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس میں خرچ کرنے کو تو پسند کرتا ہے مگر یہ کہ میں نے اس میں خرچ کیا۔ اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے یہ اس لئے کیا تھا کہ کہا جائے وہ بڑا سخی ہے، سو وہ کہا جاچکا۔ پھر حکم ہوگا اور اسے چہرے کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم باب من قاتل للریاء۔ حدیث 251)

تخریج حدیث: یہ حدیث صحیح مسلم کے علاوہ السنن الکبریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للنسائی، المستدرک علی الصحیحین، سنن الترمذی، سنن النسائی، شعب الایمان، صحیح ابن حبان، مستخرج ابوعوانہ، مسند احمد وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ ریاکاری کا عمل باطل ہے۔ ریاکاری گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا مرتکب جہنم میں جائے گا۔ لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے مومن جہنم میں نہیں جائے گا باطل ہے۔

چھٹی حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا آخرت میں حساب لیا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کیا قرآن میں یہ نہیں ہے کہ ''جس کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا حساب آسان لیا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسان حساب کا مطلب یہ ہے کہ بس اس کے سامنے اس کے اعمال پیش کردیے جائیں گے۔ اس کے گناہ اسے دکھائے جائیں گے پھر معاف کردیے جائیں گے، لیکن جس کا حساب لیا جائے گا (گناہوں پر پرسش ہوگی) وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (جہنم میں جائے گا)۔ (صحیح بخاری حدیث 9394، صحیح مسلم حدیث 97)

حدیثِ مذکور سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس مومن بندے کو چاہے گا اپنی رحمت سے معاف فرمائے گا۔ اس کے گناہوں پر سخت مواخذہ نہیں فرمائے گا اور جس کو چاہے گا سخت حساب لے کر اس کے گناہوں کے سبب جہنم میں داخل فرمائے گا۔ لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ کسی مومن کو جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا، باطل ہے۔

ساتویں حدیث: حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کی آنتیں جہنم میں نکل پڑیں گی اور وہ ایسا چکر کاٹے گا جیسا کہ گدھا چکی لے کر چکر کاٹتا ہے۔ سارے جہنمی اس کے پاس جمع ہوجائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تیرا یہ حال کیوں ہے؟ کیا تو لوگوں کو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائیوں سے

نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نہیں کرتا تھا۔ تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود کرتا تھا۔ (صحیح بخاری حدیث 7623، صحیح مسلم حدیث 15)

تخریج حدیث: صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ یہ حدیث السنن الکبریٰ للبیہقی، المستدرک علی الصحیحین، المعجم الکبیر للطبرانی، شعب الایمان، مسند احمد، مسند الحمیدی، حلیۃ الاولیاء وغیرہ کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔

بے عمل واعظ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اس کو جہنم میں سخت سزا دی جائے گی۔ لہذا ثابت ہوا کہ گناہ گار مومن بھی جہنم میں جائے گا۔ اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ کہ گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا، باطل ہے۔

آٹھویں حدیث: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے لئے عیدگاہ نکلے۔ واپس آتے ہوئے لوگوں کو وعظ فرمایا اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا: اے لوگو! صدقہ کیا کرو۔ پھر عورتوں کے پاس سے گزرے تو ان سے فرمایا: اے عورتو! صدقہ کیا کرو کیوں کہ میں نے زیادہ تر عورتوں کو جہنم میں دیکھا ہے۔ عورتوں نے عرض کی: ایسا کیوں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا: تم سب لعنت زیادہ کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری زیادہ کرتی ہو۔ اے عورتو! تم سب عقل و دین کے لحاظ سے ناقص ہو باوجود اس کے پختہ عقل والے مرد کی عقل کو زائل کر دینے والا تم سے زیادہ کسی کو میں نے نہیں دیکھا۔ پھر حضور ﷺ واپس تشریف لائے۔ جب کاشانۂ اقدس پہ پہنچے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگیں۔ کہا گیا: یا رسول اللہ زینب آئی ہیں! فرمایا: کون زینب؟ کہا گیا ابن مسعود کی بیوی۔ فرمایا: ٹھیک ہے آنے دو۔ انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آج آپ نے صدقہ کا حکم دیا اور میرے پاس زیور ہے، میں اسے صدقہ کر دینا چاہتی ہوں لیکن ابن مسعود اور ان کے بیٹے کا خیال یہ ہے کہ وہی اس صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود کا خیال درست ہے۔ تیرا شوہر اور تیری اولاد تیرے صدقے کے زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح بخاری 2/021 حدیث 2641، صحیح مسلم 1/68 حدیث 231)

تخریج حدیث: صحیحین کے علاوہ یہ حدیث السنن الصغیر للبیہقی، السنن الکبریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للنسائی، المستدرک علی الصحیحین، سنن ابن ماجہ، سنن النسائی، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مسند ابو یعلی الموصلی، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ لعنت کرنا، شوہروں کی نافرمانی کرنا گناہ کبیرہ ہیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان گناہوں کے سبب اکثر عورتیں جہنم میں جائیں گی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے مومن عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے مومن جہنم میں جائے گا۔ اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔

نویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دنوں سے زیادہ (بغض وحسد کے سبب) قطع تعلق رکھے۔ جو ایسا کرے اور اس حال میں اسے موت آئے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (سنن ابی داؤد 4/972)

تخریج حدیث: یہ حدیث ''دَخَلَ النارَ'' (جہنم میں داخل ہوگا) الفاظ کے ساتھ سنن ابی داؤد کے علاوہ السنن الکبریٰ للنسائی، حلیۃ الاولیاء للاصفہانی، مساوی الاخلاق للخرائطی، مسند احمد بن حنبل، کتاب التوبیخ والتنبیہ لابی الشیخ الاصبہانی میں بھی ہے اور ابو نعیم اصفہانی نے لکھا ہے: صحیح من حدیث منصور حدث بہ الثوری و شعبۃ ومثلہ یہ حدیث منصور کی روایت سے صحیح ہے۔ اس کی روایت سفیان ثوری اور شعبہ وغیرہ نے کی ہے۔

بلا وجہ شرعی بغض وحسد کی وجہ سے مسلمان کا کسی مسلمان سے تین دنوں سے زائد قطع تعلق رکھنا گناہ کبیرہ ہے، اگر کوئی اس حال میں انتقال کرے تو اس کی سزا جہنم میں جانا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سزا دینا چاہے گا تو جہنم میں داخل فرمائے گا پھر ایمان کے سبب اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا، اور اگر چاہے گا تو اپنی رحمت سے اسے معاف فرمائے گا کہ صاحب حق سے معافی دلوا کر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ مومن گناہ کبیرہ کے سبب جہنم میں جائے گا۔ اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔

دسویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں لے جانے والی چیز کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تقویٰ اور حسنِ اخلاق۔ پھر پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ جہنم میں لے جانے والی چیز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دو بے ہڈی والے عضو، زبان اور شرم گاہ۔

(سنن ابن ماجہ 2/8141 باب ذکر الذنوب)

تخریج حدیث: ابن ماجہ کے علاوہ یہ حدیث الادب المفرد للبخاری، سنن الترمذی، صحیح ابن حبان، کتاب الزہد لابن المبارک، المعجم الاوسط للطبرانی، شرح مشکل الآثار، شعب الایمان، مسند ابوداؤد الطیالسی، مسند احمد، الزہد الکبیر للبیہقی، المستدرک علی الصحیحین میں بھی موجود ہے۔

حکمِ حدیث: حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا اور علامہ ذہبی نے بھی اس کو صحیح کہا۔

حدیثِ مذکور کے مطابق بدزبانی وفحش گوئی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، تہمت وغیرہ زبان سے صادر ہونے والے گناہ، کبیرہ ہیں اور شرمگاہ سے صادر ہونے والا گناہ زنا گناہِ کبیرہ ہے جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ جہنم میں جائیں گے اور تقویٰ وحسنِ اخلاق کی وجہ سے جنت میں جائیں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن جہنم میں جائے گا۔ اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔

مذکورہ بالا دس احادیث صرف بطور نمونہ ذکر کی گئیں ورنہ درجنوں صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض گناہ گار مومن اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں جائیں گے پھر ایمان کے سبب انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ فرقۂ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ گناہ گار مومن کبھی جہنم میں نہیں جائے گا قرآنی آیات وصحیح احادیث کے خلاف اور باطل ہے۔ جن آیات واحادیث کو فرقۂ مرجئہ اپنے باطل عقیدے کو حق ثابت کرنے کے لئے پیش کرتا ہے ان سے ان کا عقیدہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ جن آیات واحادیث میں ہے کہ مومن جہنم میں نہیں جائے گا ان کا معنی یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے کوئی مومن جہنم میں نہیں جائے گا۔ اگر ان احادیث کا یہ معنی نہ لیا جائے تو کثیر قرآنی آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم آئے گا بلکہ آخرت میں حساب

کتاب، جزا سزا اور میزان عمل وغیرہ سب بے معنی ہو جائیں گے۔

فرقہ مرجئہ کا عقیدہ کتاب وسنت کے خلاف ہے اس لئے اہل سنت و جماعت کے اسلاف کرام نے ان کے باطل عقیدے کی سختی کے ساتھ تردید کی اور کتاب وسنت کے دلائل سے اہل سنت و جماعت کے عقیدہ حقہ کو ثابت کیا کہ ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے۔ نیک عمل والے مومن کا ایمان کامل ہے اور گناہ گار مومن کا ایمان ناقص ہے۔ نیک عمل سے ایمان کو فائدہ ہوتا ہے اور برے عمل سے نقصان۔ اہل سنت کے چاروں ائمہ مذاہب امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کا یہی عقیدہ ہے۔ تمام اسلاف اہل سنت نے فرقہ مرجئہ کو باطل فرقہ کہا اور ہر ایک نے اپنے طور پر اس فرقے کی تردید کی۔ امام اعظم ابوحنیفہ نے بھی فرقہ مرجئہ کو باطل فرقہ کہا اور اپنی مشہور کتاب فقہ اکبر میں اس کے باطل ہونے کو واضح لفظوں میں ذکر کیا۔ فرقہ مرجئہ کے خلاف فرقہ خوارج نے تشدد سے کام لیتے ہوئے یہ کہا کہ اگر مومن بندہ گناہ کبیرہ کرتا ہے تو وہ ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے۔ اب ہم نیچے خوارج کے عقیدے کو ان کے دلائل اور دلائل کے جوابات کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

فرقۂ خوارج اور اس کا عقیدہ

خوارج لفظِ خروج سے ماخوذ ہے۔ یہ ایک گمراہ و باطل فرقہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ظاہر ہوا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا۔ مسئلہ حَکَم (فیصل) کے معاملے میں دونوں حَکَم (فیصل) حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص کے ساتھ حضرت علی، آپ کے اصحاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو کافر کہا۔ اس فرقے کے سیاسی و مذہبی اسباب و جوہات کی تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے مقام کی مناسبت سے یہاں پر خوارج کے عقائد کو قارئین کے سامنے اجاگر کرنا چاہتا ہوں۔

امام ابومنصور عبدالقاہر البغدادی متوفی ۴۲۹ھ نے خوارج کے بیس فرقے بیان کئے ہین۔ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے کو گمراہ کہتا ہے، لیکن تمام فرقے حضرت علی، حضرت عثمان

میں متفق ہیں۔ نیز مجموعی اعتبار سے یہ فرقہ گناہ کبیرہ کے مرتکب مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اسے ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دیتا ہے، گرچہ خوارج کی بعض شاخوں کا یہ عقیدہ نہیں۔

ابو منصور عبد القاہر البغدادی لکھتے ہیں:

وانما الصواب فیما یجمع الخوارج کلھا ما حکاہ شیخنا ابو الحسن رحمہ اللہ من تکفیرھم علیا وعثمان واصحاب الجمل والحکمین ومن صوبھما او صوب احدھما او رضی بالتحکیم (الفرق بین الفرق ص 26)

ترجمہ: صحیح وہ بات ہے جو ہمارے شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ نے کہی ہے، کہ خوارج کے تمام فرقے حضرت علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما، اصحاب جمل اور دونوں حَکَم کو کافر کہنے میں متفق ہیں۔ نیز وہ لوگ جو دونوں حَکَم یا کسی ایک کو درست کہتے ہیں یا ان کے حَکَم ہونے سے راضی ہیں، ان کے نزدیک وہ سب کافر ہیں۔

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے خوارج کا عقیدہ اور اس کا رد ذکر کرنے کے بعد بطور الزام یہ تحریر فرمایا:

ثم الحق ان یقال جمیع الخوارج والمعتزلۃ عند ارتکابھم الکبائر کفرۃ علی قولھم مستوجبون للخلود فی النار۔ (التوحید للماتریدی 1/433)

ترجمہ: حق یہ ہے کہ کہا جائے کہ تمام خوارج و معتزلہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے وقت بقول ان کے وہ خود کافر ہو گئے۔ وہ خلود فی النار کے مستحق ہیں۔

واضح رہے کہ مرتکب کبیرہ کو ایمان سے خارج ماننے میں خوارج اور معتزلہ دونوں فرقے متفق ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر مانتے ہیں اور معتزلہ کافر مانتے ہیں نہ مومن۔ ایمان سے خارج ماننے کے باوجود اسے کافر نہیں کہتے بلکہ کفر و ایمان کے مابین ایک واسطہ ثابت مانتے ہیں۔ حالاں کہ کفر و اسلام کے مابین کوئی واسطہ نہیں۔ جو مومن نہیں وہ کافر ہے، جو کافر نہیں وہ مومن ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مومن فاسق و گمراہ ہو سکتا ہے۔

امام ابن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ نے تحریر فرمایا ہے کہ مرتکب کبیرہ شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نجات پائے گا۔ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ پھر اس پر احادیث ذکر کرنے کے بعد یہ تحریر فرمایا ہے۔

"واهل الجهل الذين ذكرتهم فى هذاالفصل صنفان صنف منهم الخوراج و المعتزلة انكرت اخراج احدمن النارمن يدخل الناروانكرت هذه الاخبار التى ذكرناهافى الشفاعةوالصنف الثانى الغاليةمن المرجئةالتى تزعم ان النارحرمت على من قال الااله الاالله (التوحيدلابن خزیمہ 1/394)

ترجمہ: میں نے اس فصل میں جن جاہلوں کا ذکر کیا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک خوارج و معتزلہ، جنہوں نے اس بات کا انکار کیا کہ جو (گناہ گار) جہنم میں داخل ہوں گے ان کو جہنم سے نکالا جائے گا۔ انہوں نے شفاعت کی ان احادیث کا انکار کیا جو میں نے ذکر کیں۔ دوسرا گروہ غالی مرجئہ کا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس پر جہنم حرام ہوگئی۔ (وہ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا)۔

خوارج و وہابیہ کے عقیدے میں اشتراک

پہلے آپ نے پڑھا کہ خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر اور مخلد فی النار سمجھتے ہیں۔ بلکہ امام ماتریدی فرماتے ہیں کہ مشرک تک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ معتزلہ اور خوارج کے رد میں بعض قرآنی آیات ذکر فرمانے کے بعد یہ تحریر فرماتے ہیں:

فالزمهم التوبةمع اثبات الايمان واخبرانه بالتوبةيغفرلهم وفى ذالك وجهان: احدهماعلى المعتزلة فى ازالتهم اسم الايمان فى كل ذنب لايغفر عندهم الا بالتوبة وفى ذالك اثباته وعلى الخوارج بتسميتهم كفرة واهل الشرك ومحال مع ذالك اسم الايمان. (التوحيد للماتريدی 1/723)

ترجمہ: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے ان (مومنوں) پر توبہ کو لازم فرمایا، ان کے لئے ایمان ثابت فرماتے ہوئے۔ اور یہ خبر دی کہ توبہ سے اللہ ان کی مغفرت فرمائے گا۔ آیت مذکورہ میں دو طرح کا رد ہے۔ ایک معتزلہ کا رد۔ کہ ان کے نزدیک جو گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوگا اس کے ارتکاب سے ایمان زائل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ آیت مذکورہ میں گناہ گار کے لئے ایمان ثابت رکھا گیا ہے۔ دوسرا خوارج کا رد۔ کہ وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر ومشرک ٹھہراتے ہیں حالانکہ اس آیت میں ان کو مومن کہا گیا ہے اور ایمان کے ساتھ کفر وشرک کا ہونا محال ہے۔

خوارج کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ومشرک ہے۔ وہابیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ ان کے گمان کے مطابق جو چیز گناہ ہے اگر چہ در حقیقت گناہ نہ ہو یا فی الواقع گناہ ہو، اس کے مرتکب اہل سنت کو وہ کافر ومشرک کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام الوہابیہ شیخ اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے تعلق سے خود اقرار کیا ہے کہ اس میں بعض جگہ ذرا شدت آگئی ہے۔ مثلاً بعض گناہ کبیرہ جیسے ریاکاری جو شرک خفی ہے، کو شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ اس سے شورش ہوگی لیکن لڑ بھڑ کر لوگ ٹھیک ہو جائیں گے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کو صرف اتنا احساس ہے کہ بعض گناہ کبیرہ جس کو شرک خفی لکھنا چاہئے تھا اس کو شرک جلی لکھ دیا گیا ہے، یہ شدت ہے لیکن اپنی بات کو اٹل رکھتے ہوئے یہ لکھا کہ اس سے شورش ہوگی لیکن لوگ لڑ بھڑ کر خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔

جاہل عوام کی طرف سے مزاراتِ اولیاء پر بعض غیر شرعی امور واقع ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً گناہ وحرام اور بعض مکروہ ہیں۔ علماء اہل سنت، عوام کو اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ ان سے منع کرتے ہیں لیکن وہابیہ انہیں صرف حرام ومکروہ نہیں کہتے بلکہ شرک کہہ کر مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔

بانی وہابیت شیخ ابن عبد الوہاب نجدی نے لکھا تھا کہ دو سو سال سے کوئی مسلمان نہیں۔ لہذا علماء حرمین شریفین اور کثیر مسلمانوں کا قتل عام کروایا تھا اور سب کو مباح الدم قرار دیا

تھا۔ یہی کام خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت علی اور آپ کے اصحاب کو مسئلہ تحکیم کے معاملے میں کافر قرار دے کر ان سے قتال کو مباح قرار دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علی نے مقام نہروان میں ان سے دفاعی جنگ لڑی تھی اور خوارج کے سردار کو قتل کیا تھا۔ ہندوستان میں امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اس عقیدے کو عام کیا۔ انہوں نے یہ لکھا کہ قرب قیامت ایک ہوا چلے گی جس سے سارے مومن مرجائیں گے سو وہ ہوا چل چکی۔ یعنی اب کوئی مسلمان نہ رہا۔ وہابیہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اس بنیاد پر کافر و مشرک سمجھتے ہیں کہ وہ ائمۂ مذاہب اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی تقلید کرنے والے ہیں چنانچہ وہابیوں کی معتبر کتاب فتاویٰ سلفیہ ص 821 پر ہے:

''افسوس ہے کہ غیر مسلم حنفیوں کی آج کل بہت کثرت ہے''

اسی کتاب کے صفحہ 611 پر ہے:

''یہاں بحمد اللہ نہ کوئی وہابی ہے نہ نجدی، نہ حنفی نہ سہروردی ان وقتی اختراعی نسبتوں سے نہ محبت ہے نہ نفرت نہ کسی سے عشق ہے نہ بغض۔ حقیقت اس قدر ہے کہ کتاب اللہ اور سنت سے وابستگی ہے''

اوپر کے اقتباس میں بات کچھ گول مول سی کی گئی ہے لیکن ذیل کے اقتباس میں وہابی نظریہ بہت واضح ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

''شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور شاہ اسماعیل دہلوی کا مشن ایک ہی تھا۔ بس دونوں کے طریقۂ تبلیغ میں فرق تھا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ماحول اسما عیل بن عبدالغنی کے ماحول سے کافی مختلف تھا۔ محمد بن عبدالوہاب کے قلم اور تلوار دونوں کا رخ ایک ہی طرف رہا۔ اس کے قلم کو شکوہ نہیں کہ تلوار نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ لیکن شاہ شہید کے قلم کو یہ بجا شکوہ ہے کہ اسماعیل کی تلوار نے قلم کو تنہا چھوڑ دیا۔ تلوار ہمیشہ سکھوں اور انگریزوں سے مخاطب رہی اور اسماعیل کے قلم کو بعض اوقات دونوں ڈیوٹیاں دینی پڑیں۔ دونوں ذمہ داریاں بقدر امکان اٹھانی پڑیں۔ اگر شاہ شہید کی تلوار کا رخ کچھ دیر بریلی

اور بدایوں کی طرف ہو جاتا اور قلم کو اس طرح تلوار کی رفاقت نصیب ہو جاتی تو ان حلوے کے شیروں کو قلم سے شکوہ نہ ہوتا'' (فتاویٰ سلفیہ ص 581)

اقتباسِ مذکور کا صاف وواضح مطلب یہ ہے کہ شاہ اسماعیل دہلوی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی دونوں کا مشن ایک تھا۔ دونوں کا نظریہ ایک تھا۔ بس دونوں کے طریقۂ تبلیغ میں فرق تھا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک حرمین طیبین کے مسلمان کافر ومشرک، مباح الدم تھے اس لئے انہوں نے وہاں پر ان کا قتل عام کروایا اور بزور شمشیر وہاں خارجیت کی تبلیغ کی، اور ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک سارے سنی صحیح العقیدہ مسلمان حنفی، شافعی، حنبلی مالکی کافر ومشرک تھے جن کے خلاف انہوں نے قلمی جہاد کیا اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مشن کی تبلیغ واشاعت میں زندگی گزاری، لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ انہوں نے شیخ نجدی کی طرح ہندوستان کے سنی مسلمانوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی۔ اگر وہ بھی بزور شمشیر اپنے مشن کی تبلیغ کرتے اور سنی مسلمانوں کا قتل عام کرواتے تو آج ہندوستان میں بھی وہابیت کا بول بالا ہوتا۔

وہابیہ خوارج کی نئی شکل ہے۔ دونوں کا طرز فکر، انداز استدلال اور طریقۂ تبلیغ میں بنیادی اشتراک پایا جاتا ہے۔ جس طرح خوارج نے بعض نصوص کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کو کافر ومشرک کہا تھا اسی طرح وہابیہ بھی بعض نصوص کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہراتے ہیں۔

چنانچہ ابن کثیر نے ابن جریر کے حوالے سے یہ نقل فرمایا ہے:

''ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے۔ ایک خارجی شخص اٹھا اور کہنے لگا: اے علی! تم نے اللہ کے دین میں لوگوں کو شریک بنایا ہے۔ کیوں کہ فیصلہ کا حق صرف اللہ کو ہے (کیوں کہ قرآن میں ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ) پھر ہر طرف سے خوارج کی آواز آنے لگی ''فیصلہ صرف اللہ کے لئے ہے، فیصلہ صرف اللہ کے لئے ہے۔'' یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: هٰذِهٖ كَلِمَةُ حَقٍّ اُرِيْدَ بِهٖ بَاطِلٌ - یہ (اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ) کلمہ حق ہے کہ فیصلہ صرف اللہ کے لئے ہے لیکن اس کا باطل معنی مراد لیا گیا۔

(البدایہ والنہایہ 7/182)

کثیر بن نمیر کہتے ہیں:

بینا انا فی الجمعة وعلی بن ابی طالب علی المنبر اذجاء رجل فقال: لا حکم الا للہ ثم قال آخر فقال لاحکم الا للہ ثم قام من نواحی المسجد یحکمون اللہ فاشار علیهم بیده اجلسوا. نعم لاحکم الا للہ کلمة حق یبتغی بها باطل حکم اللہ ینتظر فیکم الآن لکم عندی ثلاث خلال ما کنتم معنا لن نمنعکم مساجد اللہ ان یذکر فیها اسمه ولا نمنعکم فیئا ما کانت ایدکم مع ایدینا ولا نقاتلکم حتی تقاتلوا ثم اخذ فی خطبته۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ماذکر فی الخوارج 7/265)

ترجمہ: ہم (ابن نمیر اوران کے مصاحبین) جمعہ کے لئے حاضر تھے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) منبر پر تھے، اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا: فیصلہ نہیں مگر اللہ کا۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: فیصلہ نہیں مگر اللہ کا۔ پھر مسجد کے گوشوں سے آواز آنے لگی کہ حکم صرف اللہ ہے۔ حضرت علی نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا اور فرمایا: ہاں "فیصلہ نہیں مگر اللہ کا"، یہ بات حق ہے لیکن اسے باطل مقصد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ تمہارے بارے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار ہے۔ اس وقت میرے نزدیک تمہاری تین حالتیں ہیں۔ جب تک تم ہمارے ساتھ رہو گے ہم تم کو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے نہیں روکیں گے اور ہم تم سے مال غنیمت نہیں روکیں گے جب تک کہ تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھ کے ساتھ رہیں گے (جب تم ہمارے ساتھ کفار و مشرکین سے قتال کرو گے) اور ہم تم سے قتال نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم ہم سے قتال کرو۔ یہ کہہ کر حضرت علی پھر خطبہ دینے لگے۔

معلوم ہوا کہ فرقہ خوارج نے قرآن کی آیت اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ۔ ''فیصلہ صرف اللہ کے لئے ہے،، کا ظاہر معنی مراد لے کر حضرت علی اور آپ کے اصحاب کو مشرک قرار دیا تھا۔ خوارج کا کہنا یہ تھا کہ قرآن میں ہے کہ فیصلہ صرف اللہ کے لئے خاص ہے اور حضرت علی اور ان کے اصحاب نے امیر معاویہ اور ان کے نزاعی معاملے میں دو صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کو فیصل بنایا۔ تو جو حق اللہ کا تھا انہوں نے بندوں کو دیا۔ لہٰذا وہ سب کے سب مشرک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے استدلال کو باطل ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ کا ارشاد حق ہے لیکن اس سے جو تم ثابت کرنا چاہتے ہو وہ باطل ہے۔ کیوں کہ آیت کا معنی اگر وہ ہے جو تم کہتے ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ خود اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ شرک کا حکم قرآن میں دیا ہے، کیوں کہ قرآن حکیم میں بندوں کو حَکَم (فیصل) اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِہِمَا فَابْعَثُوْا حَکَماً مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَماً مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحاً یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْماً خَبِیْرا (النساء ۳۵)

ترجمہ: اگر تم، دونوں (میاں بیوی) کے درمیان باہمی اختلاف کا خوف کرو تو ایک حَکَم شوہر کی طرف سے اور ایک حَکَم بیوی کی طرف سے بھیجو، اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان اتفاق عطا فرمائے گا۔ بے شک اللہ علیم وخبیر ہے۔

وہابیہ اور خوارج درج ذیل اوصاف میں متحد ہیں

☆ حضرت علی، حضرت عثمان، ابو موسیٰ اشعری اور دیگر صحابہ کرام جنہوں نے حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے نزاعی معاملات کے تصفیہ کے لئے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حکم متعین کیا تھا فرقہ خوارج نے سب کو کافر و مشرک کہا۔

امام الوہابیہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے متبعین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک کہا

☆ خوارج نے ان کے نظریات کو ماننے والوں کے سوا تمام صحابہ کو مباح القتل قرار دیا تھا اور ان سے قتال کیا تھا۔

امام الوہابیہ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی نے اپنے ماننے والوں کے سوا حرمین طیبین کے تمام مسلمانوں کو مباح القتل قرار دیا تھا۔

☆ خوارج نے قرآنی آیات کی غلط تاویل کر کے حضرت علی اور آپ کے اصحاب کو کافر ومشرک کہا تھا۔

امام الوہابیہ نے وہ قرآنی آیات جو کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں انہیں مسلمانوں پر منطبق کر کے مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہرایا ہے (تفصیل کے لئے اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان دیکھیں)

خوارج کی اس عادتِ بد کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سب سے بدترین مخلوق قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح البخاری میں ہے:

وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال: انھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین۔ (صحیح البخاری باب قتل الخوارج 61/9)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو سب سے بدترین مخلوق سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ خوارج نے کافروں کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو لے کر مومنوں پر منطبق کر دیا

☆ خوارج بزور شمشیر اپنا مشن عام کرنا چاہتے تھے اور وہابیہ بھی اسی طریقہ کو اپناتے ہیں۔ چنانچہ جلیل القدر محدث تابعی صحاح ستہ کے راوی حضرت ایوب سختیانی متوفی ۱۳۱ھ نے تحریر فرمایا:

ان الخوارج اختلفوا فی الاسلام واجتمعوا علی السیف۔

(شرح السنہ للبغوی 332/01)

ترجمہ: بے شک خوارج اسلام کے معاملے میں آپس میں مختلف ہو گئے اور تلوار (جنگ وجدال) میں متحد ہو گئے۔

خاتم الفقہاء علامہ سید امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۵۲ھ امام الوہابیہ اوران کے متبعین کوخوارج کے زمرے میں داخل فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

کماوقع فی زماننا فی اتباع عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذالك قتل اھل السنۃ وقتل علماء ھم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتھم وخرب بلادھم وظفربھم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین ومائتین والف۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار باب البغاۃ 4/262)

ترجمہ: جیسا کہ (خوارج کی طرح) ہمارے زمانے کے ابن عبدالوہاب کے متبعین میں یہ بات واقع ہوئی۔ وہ لوگ نجد سے نکلے اور حرمین (مکہ ومدینہ) پر غالب آگئے۔ وہ اپنے کو حنبلی المذہب کہلاتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اوران کے عقیدے کے مخالفین مشرک ہیں۔ اس کی وجہ سے انہوں نے اہل السنہ اور علماء اہل سنت کے قتل کو مباح قرار دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اوران کے شہروں کو ویران فرمادیا اور مسلمانوں کے لشکر نے ان پر ۱۲۳۳ھ میں فتح پائی۔

احادیث صحیحہ میں خوارج کی ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سب سے بہتر کلام، کلام اللہ اور حدیث رسول کی باتیں کریں گے حالانکہ یہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اتریں گے۔ بس لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کریں گے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب تمہارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو آنحضرت ﷺ پر جھوٹ بولنے سے بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ آسمان سے گر جاؤں اور جب تمہارے سامنے آپس کی (جنگ کی) بات بیان کرتا ہوں تو یادرکھو جنگ ''دھوکہ'' ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آخری زمانے میں ایک جماعت ہوگی۔ اس کے افراد نوعمر، کم عقل ہوں گے۔ وہ اپنی باتوں میں مخلوق کا سب

سے بہتر کلام (حدیث) پیش کریں گے۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری ۴/۲۰۰، صحیح مسلم 2/647)

☆ فرقۂ خوارج کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کے افراد بزرگوں کی بارگاہ میں بے ادبی و گستاخی کرنے میں ذرا بھی خوف نہیں کریں گے۔ یہ گمراہی سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں اس موقع پر سامنے آئی تھی جب کہ حضور مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اور ذوالخویصرہ تمیمی نے بڑی بے باکی کے ساتھ بے ادبی کرتے ہوئے کہا تھا۔ اِعْدِلْ یَامُحَمَّدُ، اے محمد ﷺ آپ مال بانٹنے میں انصاف کیجئے۔ اس کی گستاخی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کھینچ لی تھی۔ بے ادبی اور گستاخی کی یہی روش آج آپ کو فرقۂ وہابیہ میں نظر آئے گی۔

علامہ ابراہیم جوزجانی متوفی ۲۵۹ھ لکھتے ہیں:

فابدأ بذکر الخوارج اذکانت اول بدعة ظهرت فی الاسلام علی عهد رسول الله ﷺ اولاعنی التمیمی الذی قال لرسول الله ﷺ اعدل

(احوال الرجال 1/11)

ترجمہ: پہلے میں خوارج کا ذکر کروں گا کیوں کہ یہ اسلام میں سب سے پہلی گمراہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ظاہر ہوئی تھی جب کہ تمیمی (ذوالخویصرہ) نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ انصاف کیجیے۔

ابن الاثیر لکھتے ہیں:

ذو الخویصرة التمیمی وهو حرقوص بن زهیر اصل الخوارج۔

(اسد الغابہ 2/412)

ترجمہ: ذوالخویصرہ تمیمی کا نام حرقوص بن زہیر ہے۔ وہ خوارج کی اصل ہے۔

آج اہل حدیث وہابیہ کے نوجوان ونوعمر لڑکے ابن عبد الوہاب نجدی کے طریقے

پہ چلتے ہوئے ائمہ مجتہدین، اسلافِ امت و اولیاء و صالحین کے طریق کو یکسر رد کرتے ہوئے بڑی بے باکی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم تو صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں، اس کے علاوہ کسی کو نہیں مانتے، حالاں کہ خود قرآن حکیم نے صدیقین، شہداء اور صالحین کے راستے کو صراط مستقیم کہا ہے اور مسلمانوں کو ان کے راستے پہ چلنے کا حکم دیا ہے اور مومنین (کاملین) کے راستے کو چھوڑ کر دوسری راہ چلنے والوں کو جہنم کا مستحق قرار دیا ہے۔ (النساء آیت 511)

☆ جس طرح خوارج بظاہر اپنی بات کی تائید میں قرآن و حدیث کو پیش کرتے تھے اور ان کا معنی و مطلب غلط بیان کرتے تھے اسی طرح وہابیہ بھی اپنے باطل عقائد کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث کو دلیل میں پیش کرتے ہیں اور اہل حدیث وہابی نوجوان و نوعمر لونڈے بڑی بے باکی و جرأت کے ساتھ حدیث، حدیث کی رٹ لگاتے ہوئے ائمہ مجتہدین کو صحیح حدیث کے مخالف کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

☆ خوارج کی علامت حدیث شریف میں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ بت پرستوں اور مشرکوں کو چھوڑیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اپنے مخالفین صحابہ کے ساتھ جنگ کی۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے دور میں حرمین طیبین کے مسلمانوں کا قتل عام کروایا اور ہندوستان میں بانی وہابیت مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے مخالف افغانی مسلمانوں سے قتال کیا، جس میں ان کی موت ہوئی اور ان کے حامیوں نے انہیں یہ کہہ کر شہید کا لقب دے دیا کہ وہ سکھوں سے جنگ کرتے کرتے شہید ہوئی۔ اس جھوٹ کا پردہ فاش کرتے ہوئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلائے نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

اور ابھی گزشتہ صفحہ میں آپ نے وہابیہ کی معتبر کتاب ''فتاویٰ سلفیہ'' کا اقتباس پڑھا

کہ مولانا اسماعیل دہلوی کو صرف قلم سے اہل سنت کے خلاف ''جہاد'' نہیں کرنا چاہئے تھا، بلکہ انہیں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے طریقے پر چلتے ہوئے علمائے اہل سنت مثلاً علماء بدایوں و بریلی وغیرہ سے قتال کرنا چاہئے تھا۔ (مصدر سابق)

اس سے پہلے آپ نے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ پڑھا کہ انہوں نے وہابیہ کو خوارج میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح علامہ احمد صاوی متوفی ۱۲۴۱ھ نے بھی اپنی کتاب حاشیۃ الصاوی علی الجلالین میں فرقۂ وہابیہ کو خوارج میں شمار کیا ہے۔ یہ دونوں حضرات اہل سنت و جماعت کے معتمد علماء وفقہاء میں سے ہیں۔ ان کی کتابیں ہر مکتبہ فکر میں معتبر و مستند مانی جاتی ہیں۔ دونوں حضرات کی بات فرقۂ وہابیہ کے تعلق سے اس لئے زیادہ معتبر و مستند ہے کہ دونوں نے امام الوہابیہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ کا زمانہ پایا ہے۔ دونوں بزرگوں کو شیخ نجدی کے عقائد ونظریات اور ان کی تحریک کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔

علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرقۂ وہابیہ کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

وقیل: هذه الآیة نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب و السنة ویستحلون بذالك دماء المسلمین واموالهم لماهو مشاهد الآن فی نظائرهم وهم فرقة بارض الحجاز یقال لهم الوهابیة یحسبون انهم علی شئی (هدی) الاانهم هم الکاذبون استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله اولئك حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون.

ترجمہ: اور کہا گیا کہ یہ آیت (سورہ فاطر کی آیت 6) خوارج کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کتاب وسنت میں معنوی تحریف کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے خون ومال کو حلال قرار دیتے ہیں۔ آج کل اس کا مشاہدہ ارض حجاز میں اس فرقے میں ہو رہا ہے جو خوارج کی طرح ہے۔ اس فرقے کو وہابیہ کہا جاتا ہے۔ اس کا گمان یہ ہے کہ وہی ہدایت پر ہے۔ آگاہ!

بلاشبہ وہ لوگ جھوٹے ہیں ان پر شیطان مسلط ہوگیا ہے۔ شیطان نے انہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ یہ شیطان کا گروہ ہے اور درحقیقت شیطان کا گروہ گھاٹے میں ہے۔

فرقۂ وہابیہ کی خیانت

علامہ صاوی نے اپنے حاشیۃ الصاوی میں وہابیہ کے تعلق سے جو بات لکھی ہے، وہ حاشیۃ الصاوی کے درج ذیل معتبر نسخوں میں موجود ہے۔

(۱) نسخہ مطبوعہ باب الحلبی قاہرہ سن اشاعت 1930ء

(۲) نسخہ مکتبہ المشاد الحسینی قاہرہ سن اشاعت 1937ء

(۳) نسخہ دار احیاء التراث بیروت سن اشاعت 1937ء

حاشیۃ الصاوی کے قدیم نسخوں میں متعلقہ عبارت موجود ہے۔ لیکن دار الکتب العلمیہ کا چھپا ہوا ایک نسخہ جس کا سن اشاعت 1995ء ہے راقم کی نظر سے گزرا، اس سے متعلقہ عبارت کو وہابی محققین نے حذف کر دیا ہے۔ کتب تفسیر میں وہابی تحریفات کی یہ ایک مثال ہے ورنہ وہابیہ نے اسلاف کی کتابوں میں حتی کہ کتب تفاسیر واحادیث میں بھی جگہ جگہ تحریف کر ڈالی ہے، جو اہل سنت وجماعت کے لئے بہت بڑا لمحۂ فکریہ ہے۔ (حاشیۃ الصاوی کے اصل اور محرف نسخوں کے عکوس ملاحظہ کریں)

حاصل کلام یہ ہے کہ وہابی فرقہ جو آج کل اپنے آپ کو اہل حدیث کہتا ہے وہ درحقیقت فرقۂ خوارج ہے۔ خوارج اور وہابیہ کے خیالات ونظریات میں بنیادی طور پر اتحاد پایا جاتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں خوارج کی جو صفات وعلامات ذکر کی گئی ہیں وہ فرقۂ وہابیہ میں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم معتبر ومستند علماء اہل سنت نے وہابی فرقہ کو خوارج میں شمار کیا ہے۔

خوارج کے عقیدے کی دلیل

خوارج کا عقیدہ آپ نے پڑھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک مومن نہیں کافر ہے۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس باطل عقیدے کی دلیل میں خوارج کی طرف سے ان

آیات واحادیث کو پیش کیا جاتا ہے جن کے ظاہری مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہمیشہ جہنم میں رہے گا اُن آیات واحادیث میں سے چند یہ ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لئے میراث کے احکام بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ

(النساء:41,31)

ترجمہ: وہ اللہ کی حدود ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اسے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے آگے بڑھے گا اسے جہنم میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے مومن کو قتل کرے۔ (النساء ۹۲)
پھر فرمایا:

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (النساء ۹۳)

ترجمہ: اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت۔ اور اس نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے کانوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس شخص نے اسلام میں آ کر اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ کہا (اپنا نسب غیر سے جوڑا) حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں تو جنت اس پر حرام ہے۔ (صحیح البخاری 8/ 651، صحیح مسلم 1/ 08 حدیث 411)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر و فساد سے محفوظ نہ ہو۔ (صحیح مسلم 1/ 86 حدیث 37)

پہلی آیت جو اوپر ذکر کی گئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کی نافرمانی کرنے والا گناہ گار مومن ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اسی طرح جو مومن جان بوجھ کر اپنے مومن بھائی کو قتل کرے گا وہ بھی جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور ہمیشگی کا عذاب کافروں کے لئے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کرنے سے مومن ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے نسب کو دوسرے سے منسوب کرنے والا مسلمان گناہ گار ہے، اس پر جنت حرام ہے۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اور دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کو تکلیف دینے والا مسلمان بھی مرتکب کبیرہ ہونے کی وجہ سے ایمان سے خارج ہو گیا، اس لئے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

یہ تھے خوارج کے دلائل۔ اب ذیل میں ان دلائل کے جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

خوارج کی دلیل کا جواب

خوارج نے اپنے باطل مدعا کو صحیح ثابت کرنے کے لئے جو دلیل ذکر کی ہے اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ جن آیات و احادیث میں کچھ مخصوص گناہ کبیرہ کے مرتکب مومن کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اُن سے مراد یہ ہے کہ اُن مخصوص گناہوں کے سبب اگر اللہ چاہے گا تو لمبے زمانے تک انہیں جہنم میں جلائے گا۔ پھر انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ یعنی خُلود فی النار (ہمیشہ جہنم میں رہنا) سے مراد مکثِ طویل (لمبے زمانے تک رہنا) ہے۔ جیسا کہ ہم روزمرہ کی بول چال میں کہتے ہیں۔ فلاں

ہمیشہ روزہ رکھتا ہے، ہمیشہ عبادت کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کا اکثر وقت عبادت میں گزرتا ہے اور وہ کثرت سے روزے رکھتا ہے۔ لہذا قرآن حکیم کی جس آیت میں یہ ذکر آیا ہے کہ جو مومن کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اُس سے مراد یہ ہے کہ قاتل مومن کی سزا لمبے زمانے تک جہنم میں جلنا ہے۔ جب تک اللہ چاہے گا اسے جہنم میں رکھے گا پھر ایمان کے سبب جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھ کر اسے قتل کرے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ کیوں کہ کسی مومن کے ناحق قتل کو حلال سمجھنے کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا لہذا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

اسی طرح جس حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ دوسرے سے جوڑے اس پر جنت حرام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا گناہ گار شخص اول مرحلہ میں جنت میں داخل ہونے کا مستحق نہیں۔ اسی طرح جس حدیث میں ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے شر و فساد سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو، اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا گناہ گار شخص پہلے پہل جنت میں داخل ہونے کا مستحق نہیں۔ یہی معنی ان تمام آیات واحادیث کا بیان کیا جائے گا جن میں کسی مخصوص گناہ کے مرتکب مومن کو مخلد فی النار (ہمیشہ جہنم میں رہنے والا) کہا گیا ہے یا یہ کہا گیا ہے کہ اس پر جنت حرام ہے۔ یا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اگر اُن آیات واحادیث کا یہ معنی نہ لیا جائے تو اس کے برخلاف اُن آیات و احادیث کا کیا جواب ہوگا جن سے صاف وصریح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان ایمان والا ہے اور ہر ایمان والا جنتی ہے۔ اگر گناہ کبیرہ کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے تو قرآن حکیم میں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث طیبہ میں اس کو مومن کیوں کہا گیا؟ کیا خوارج یہ کہیں گے کہ جو کچھ قرآن میں ہے اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ غلط ہے؟ ہرگز کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔

خوارج اگر اس پر مُصر ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن، کافر ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا تو ان کے پاس درج ذیل اور ان آیات واحادیث صحیحہ کا کیا جواب ہے جن

میں گناہ گار مومن کو ایمان والا اور ایمان والے کو جنتی کہا گیا ہے، اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا اس کو جہنم سے نکالا جائے گا پھر جنت میں داخل کیا جائے گا؟ چند قرآنی آیات واحادیث صحیحہ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا۔ (الحجرات:)
ترجمہ: اور اگر دو مومن گروہ آپس میں لڑیں تو تم ان میں صلح کرادو۔

اس آیت میں خوارج کے عقیدے کا رد ہے۔ خوارج کا کہنا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن نہیں رہتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپس میں لڑنے والے دونوں مومن گروہ کو مومن فرمایا۔ حالاں کہ دو لڑنے والوں میں ایک ظالم ہوگا اور دوسرا مظلوم اور ظالم بلاشبہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى (البقرہ:871)
ترجمہ: اے ایمان والو تم پر مقتولوں کے معاملے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مقتول کے وارثین اور قاتل دونوں سے خطاب کیا گیا ہے اور قاتل ظالم گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، جسے قرآن کی اس آیت میں مومن کہا گیا ہے لہذا اس سے خوارج کا یہ عقیدہ باطل ہو گیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن، کافر ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (الحجرات:11)

ترجمہ: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور تم اپنوں کا عیب نہ نکالو اور انہیں برے القاب سے نہ یاد کرو۔ کیا ہی برا نام ہے فاسق ہونا ایمان کے بعد۔ اور جن لوگوں نے توبہ نہ کی وہی ظالم ہیں۔

آیتِ مذکورہ میں کہا گیا ہے کہ ایمان والے آپس میں ایک دوسرے کا تمسخر نہ اڑائیں۔ بُرے القاب سے ایک دوسرے کو نہ یاد کریں۔ ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کریں۔ کیوں کہ یہ سب گناہ ہیں اور ان کا ارتکاب کرنے والے فاسق ہیں اور مومن ہونے کے بعد فاسق ہونا بُرا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گار، فاسق بھی مومن ہے۔ خوارج کا سے کافر کہنا باطل ہے۔

یہ چند قرآنی آیات بطور نمونہ ذکر کی گئیں ورنہ کثیر قرآنی آیات سے ثابت ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ وہ کافر نہیں اور ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

اب ذیل میں چند صحیح احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے سے مومن بندہ جہنم کا مستحق تو ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا:

جنتی جنت میں داخل ہوں گے اور جہنمی جہنم میں جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس کے دل میں ایک رائے کے دانے کے برابر ایمان ہے اُسے جہنم سے نکالو۔ انہیں جہنم سے اس حال میں نکالا جائے گا کہ وہ (جل کر) سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ انہیں نہر حیات میں ڈالا جائے گا تو وہ اس طرح نمودار ہوں گے جس طرح سیلاب کے پانی کے کنارے کوئی دانہ اُگتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ دانہ کس طرح کج مج اور زرد ہو کر اُگتا ہے۔ (صحیح بخاری 1/31 حدیث 22، صحیح مسلم 1/271 حدیث 403)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا:

جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر خیر (ایمان) ہے تو اسے جہنم سے نکالا جائے گا اور جس نے لا الہ الا اللہ کہا

اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر خیر (ایمان) ہے تو اسے جہنم سے نکالا جائے گا اور جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر (ایمان) ہے تو اسے جہنم سے نکالا جائے گا۔

(صحیح بخاری 1/71 حدیث 44)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ فرمایا: کیا چودھویں کی رات میں جب چاند کے سامنے بادل نہ ہو، چاند کو دیکھنے کے لئے تم ایک دوسرے سے لڑتے ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! پھر فرمایا: کیا تم سورج کو دیکھنے کے لئے آپس میں جھگڑتے ہو، جب کہ سورج کے سامنے بادل نہ ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا: اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ پھر رب فرمائے گا: ہر شخص اپنے اپنے معبود کے ساتھ ہو جائے۔ سورج کو پوجنے والے، چاند کو پوجنے والے اور بتوں کو پوجنے والے سب الگ الگ ہو جائیں گے اور اس امت کے لوگ باقی رہ جائیں گے۔ ان میں منافق بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے آئے گا اور کہے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ کہیں گے: ہم تو اپنی جگہ ٹھہرے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارے پاس ہمارا رب جلوہ فرما ہو۔ جب ہمارے پاس ہمارا رب جلوہ فرما ہوگا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کے پاس جلوہ فرما ہوگا اور فرمائے گا: انا ربکم۔ میں تمہارا رب ہوں۔ تو وہ کہیں گے ہاں تو ہمارا رب ہے۔ رب تعالیٰ انہیں پکارے گا۔ پھر جہنم کی پشت پر صراط قائم کیا جائے گا تو میں (رسول اللہ ﷺ) رسولوں میں سب سے پہلے اپنی امت کو پُل صرط سے گزاروں گا۔ اس دن رسولوں کے سوا کوئی بات نہیں کرے گا اور رسولوں کی بات بھی یہی ہوگی اَللّٰھُمَّ سَلِّم سَلِّم۔ اے اللہ: سلامتی عطا فرما ،سلامتی عطا فرما۔ اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح کیلیں ہوں گی۔ کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کیلیں سعدان کے کانٹوں کی مثل ہوں گی لیکن ان کا سائز کیا ہوگا اللہ ہی جانے۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے حساب سے اُچک لیں گی۔ بعض اپنے عمل کے سبب ہلاک ہوں گے۔ بعض کے گوشت کے ٹکڑے

ٹکڑے ہوں گے، پھر نجات پائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنمیوں میں سے جن پر رحمت کا ارادہ فرمائے گا فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ کی عبادت کرتے تھے انہیں جہنم سے نکالو۔ فرشتے انہیں سجدوں کے نشان سے پہچان لیں گے اور جہنم سے نکالیں گے اور اللہ تعالیٰ جہنم پر حرام فرمادے گا کہ وہ ان کے سجدوں کے نشان کو جلائے۔ وہ جہنم سے نکالے جائیں گے تو ہر (گناہ گار) ابن آدم جس کو آگ جلائے گی اسے جہنم سے نکالا جائے گا۔ ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ ان پر نہر حیات کا پانی چھڑکا جائے گا تو ان کے جسم پہ اس طرح گوشت پوست لگیں گے جس طرح سیلاب کے کوڑے میں کوئی دانہ اُگتا ہے۔ پھر اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا (جنتی ہمیشہ کے لئے جنت میں، جہنمی ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا) ایک آدمی جنت اور جہنم کے درمیان رہ جائے گا۔ وہ سب سے آخر میں جنت میں جانے والا ہوگا۔ اس کا چہرہ جہنم کی طرف ہوگا۔ وہ کہے گا: اے رب میرے! میرا چہرہ جہنم کی طرف سے پھیر دے۔ اس کی بدبو نے مجھے پریشان کر دیا ہے اور اس کی تپش نے مجھے جھلسا دیا ہے ۔اللہ فرمائے گا: کیا تجھے امید ہے کہ اگر تیرے ساتھ ایسا کیا جائے گا تو اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا: نہیں تیری عزت کی قسم۔ اللہ تعالیٰ اس سے جو چاہے گا عہد و میثاق لے گا اور اس کا چہرہ جہنم کی طرف سے پھیر دے گا۔ جب اس کا رخ جنت کی طرف ہوگا اور وہ اس کی رونق دیکھے گا تو جب تک اللہ چاہے گا وہ شخص خاموش رہے گا پھر کہے گا۔ اے رب میرے! مجھے جنت کے دروازے کے قریب فرمادے۔ اللہ فرمائے گا: کیا تو نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اس کے سوا کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں تیرا نامراد بندہ بننا نہیں چاہتا۔ اللہ فرمائے گا: کیا تجھے امید ہے کہ اگر تیری یہ مراد پوری کردی جائے تو اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا: نہیں تیری عزت کی قسم، اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا۔ پھر وہ اپنے رب سے جتنا چاہے گا عہد و پیمان کرے گا۔ اللہ اسے جنت کے دروازے کے قریب کردے گا۔ جب وہ جنت کے دروازے کو دیکھے گا، جنت کی خوبصورتی، اس کی سرسبزی وشادابی اور سرور و مسرت کو دیکھے گا تو جب تک اللہ چاہے گا وہ شخص خاموش رہے گا پھر کہے گا: اے میرے پروردگار! مجھے جنت میں داخل فرمادے۔ اللہ فرمائے گا اے ابن ادم! تو بھی

کتنا وعدہ شکن ہے۔ کیا تو نے پختہ عہد و میثاق نہیں کیا تھا کہ جو تجھے دیا گیا اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا اے میرے پروردگار! مجھے اپنا نامراد بندہ نہ بنا۔ اللہ تعالیٰ اس کی بات سے خوش ہوگا پھر اسے جنت میں داخل فرمادے گا اور فرمائے گا: تمنا کر۔ وہ شخص تمنا ظاہر کرے گا، یہاں تک کہ جب اس کی ساری تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فلاں چیز کی تمنا کر، فلاں چیز کی تمنا کر۔ اللہ اسے یاد دلائے گا، یہاں تک کہ اس کی ساری تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ سب تیرے لئے ہیں اور اتنی ہی اور بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "اس کے لئے دس گنا اور ہے" حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ مجھے بس اتنا ہی یاد ہے کہ "اس کے لئے اتنا ہی اور ہے" حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا: مجھے تو یاد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "اس کے لئے دس گنا اور ہے" (صحیح البخاری 1/611 حدیث 608)

یہ چند احادیث صحیحہ بطور مثال ذکر کی گئیں، ورنہ کثیر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کے دل میں بھی ایمان ہے اور اس کی موت ایمان کی حالت میں ہوئی، اگرچہ کتنا ہی بڑا گناہ گار کیوں نہ ہو اسے جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کیا جائے گا کیوں کہ ہر مومن جنت میں جائے گا اور گناہ کبیرہ سے مومن کافر نہیں ہوتا

لہذا خوارج، مرتکب کبیرہ کے دائمی جہنمی ہونے پر جو قرآنی آیات واحادیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں، اُن سے اُن کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ مرتکب کبیرہ کو ایمان کے سبب ضرور ایک دن جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کیا جائے گا۔

اہل سنت کا عقیدہ---- مرتکب کبیرہ کے بارے میں

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص دل سے اسلام قبول کر لے اور زبان سے اقرار کر لے وہ مومن، مسلمان ہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے، فرائض وواجبات وسنن موکدہ کو پابندی سے ادا کرتا ہے، حرام ومکروہ تحریمی وہر گناہ سے بچتا ہے تو بغیر جہنم میں داخل ہوئے جنت میں جانے کا مستحق ہے۔ اللہ اسے جہنم میں داخل

نہیں فرمائے گا۔ لیکن جو شخص ایمان لانے کے بعد گناہ میں ملوث رہا اور اسے ایمان کی حالت میں موت آئی تو اگرچہ وہ جہنم میں جانے کا مستحق ہے، اللہ چاہے گا تو اسے معاف فرمادے گا اور جہنم میں داخل نہ فرمائے گا اور چاہے گا تو جہنم میں داخل کر کے گناہ کے حساب سے عذاب دینے کے بعد اسے جنت میں داخل فرمائے گا یہی عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور دور صحابہ سے آج تک تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ سب سے پہلے ہم اسلافِ امت کے اقوال کے حوالے سے اہل سنت کے عقیدے کو ذکر کریں گے، اس کے بعد اس عقیدے کے حق ہونے پر چند قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کو پیش کریں گے۔

☆ امام ابو بکر محمد بن ابی اسحاق الکلاباذی البخاری الحنفی متوفی ۳۸۰ھ نے اللہ کی صفت ''المومن'' کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

وھو یومن المومن بایمانہ من عذابہ والمؤمن اذااقروصدق واتی بالاعمال المفترضات وانتھی عن المنھیات امن من عذاب اللہ ومن لم یات بشئی من ذالك فھو مخلد فی النار والذی اقر وصدق وقصر فی الاعمال فجائز ان یکون معذبا غیر مخلد فھو امن من الخلود غیر امن من العذاب۔ (التعرف لمذھب اہل التصوف 1/08)

ترجمہ: اللہ تعالی مومن کو اس کے ایمان کے سبب اپنے عذاب سے مامون فرمادیتا ہے۔ مومن جب اقرار اور تصدیق والا ہوگیا، فرائض کی ادائیگی کی، ممنوعات سے پرہیز کیا تو اللہ کے عذاب سے مامون ہوگیا۔ اور جس نے تصدیق واقرار نہیں کیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (کیوں کہ مومن نہیں) اور جس نے تصدیق واقرار کیا اور اعمال میں کوتاہی کی تو ہوسکتا ہے کہ اس کو عذاب دیا جائے لیکن ہیشگی والا عذاب نہیں ہوگا۔ کیوں وہ کہ ایمان کی وجہ سے ہیشگی کے عذاب سے مامون ہوگیا ہے۔ لیکن مطلق عذاب سے مامون و محفوظ نہیں۔

اہل سنت و جماعت کے دلائل

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کتاب وسنت کے مطابق ہے۔ قرآنی آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایمان لانے کے بعد گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا شخص اگرچہ مستحقِ عذاب ہے لیکن کافر نہیں۔ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ اس کے ثبوت پر چند آیات واحادیث صحیحہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ۔ (البقرہ:802)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے طور پر داخل ہوجاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کا معنی یہ ہے کہ تمام اعمال اور وجوہِ خیر کو بجالاؤ۔ ضحاک، ابوالعالیہ، اور ربیع بن انس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ پورے طور پر طاعت میں داخل ہوجاؤ۔

(تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۶۵)

آیت مذکورہ میں ایمان والوں سے خطاب ہے کہ پورے طور پر اسلام کے احکام بجا لاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے بعض احکام کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والا شیطان کی پیروی کرنے والا ہے اور اللہ کے نزدیک مبغوض و مستحق عذاب ہے۔ باوجود اس کے وہ شخص مومن ہے، لیکن مومنِ کامل نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا (النساء:91)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ۔

زمانۂ جاہلیت کا طریقہ تھا کہ جب کوئی آدمی بیوی کو چھوڑ کر انتقال کرجاتا تو میت کے وارثین اس عورت کے زبردستی وارث ہوجاتے تھے۔ جو چاہتا اس سے نکاح کرلیتا یا اپنے

پاس بغیر نکاح کے روک رکھتا اور اسے نکاح سے روک دیتا تھا، یہاں تک کہ اسے موت آجاتی تھی۔ اسلام لانے کے بعد بھی زمانۂ جاہلیت کا یہ طریقہ کچھ لوگوں میں رائج تھا قرآن نے سختی کے ساتھ اس سے روک دیا اور زور زبردستی سے ایسی عورت کے وارث بننے کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے اور ابن جریر، ابن المنذر ابن ابی حاتم نے عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی تفسیر نقل فرمائی ہے۔

(الدر المنثور 2/264)

زبردستی میت کی عورت سے نکاح کرلینا یا اس کو نکاح سے روک دینا گناہ کبیرہ وحرام ہے۔ اگر خوارج کے بقول گناہ کبیرہ سے آدمی مومن نہیں رہتا تو قرآن ایسے لوگوں کو ''ایمان والو'' کہہ کر مخاطب نہ کرتا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ سے ایمان ختم نہیں ہوتا، گرچہ ایمان کامل نہیں رہتا اور گناہ گار مومن جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (التوبہ:۳۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا وجہ ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ تم اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گروہ بن کر نکلو تو تم نے سستی دکھائی زمین کی طرف جاتے ہوئے۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی سے راضی ہو؟ دنیاوی زندگی کی متاع آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔

غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ صحابہ پیچھے رہ گئے تھے۔ مذکورہ آیت میں ان پر اللہ کی طرف سے عتاب کیا گیا کہ تم اپنی زمین کی سرسبزی وشادابی میں اتنے کھو گئے اور دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی کہ غزوہ کے لئے نہیں نکلے۔ (تفسیر ابن کثیر 4/351)

رسول اللہ ﷺ کے حکم کے باوجود بعض حضرات کا غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانا ایک گناہ کبیرہ تھا جس کی وجہ سے ان پر اللہ کی طرف سے عتاب ہوا اور وہ سخت آزمائش میں مبتلا کئے گئے اور بالآخر سب کی توبہ قبول ہوئی، جس کا ذکر قرآن میں ہے اگر اس گناہ کبیرہ کے سبب

وہ ایمان سے خارج ہوئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ یوں قبول نہ فرماتا اور انہیں مومن نہ فرماتا بلکہ انہیں دوبارہ ایمان لانے کا حکم دیتا انہیں مومن کہا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (الاحزاب:07)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا یقینا بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تقویٰ اختیار کرنے اور صحیح بات کہنے کا حکم دیا اور ان سے یہ معاہدہ فرمایا کہ وہ ان کے اعمال کی اصلاح فرمائے گا اور ان کے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ اگر گناہ سے ایمان ختم ہوجاتا تو اللہ تعالیٰ انہیں مومن کہہ کر مخاطب نہ فرماتا اور ان کے گناہوں کی مغفرت کی بات نہ کہتا۔ کیوں کہ کافر جب تک کفر سے توبہ کر کے ایمان نہ لائے اس کے گناہ معاف نہیں ہوتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف:2)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔

آیت کا سبب نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر ہم کو یہ معلوم ہوتا کہ اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے تو ہم وہی عمل کرتے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ۔

ترجمہ: بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس طرح صف بستہ ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

جب یہ آیت اُتری تو جہاد فی سبیل اللہ کا حکم، جس کا آیت میں ذکر ہے، ان پر بہت شاق گزرا اور انہوں نے اسے ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر یہ آیت کریمہ اتاری:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ

اے ایمان والو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرنے والے نہیں۔

یہ سن کر حضرت ابورواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہمیشہ جہاد میں رہوں گا یہاں تک کہ مجھے شہادت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ آپ شہید ہوئے۔ (الدر المنثور للسیوطی 2/155)

آیت مذکورہ میں غور کریں۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آدمی کے قول و عمل میں تضاد گناہ کبیرہ ہے۔ دورِ رسالت میں کچھ لوگوں نے اس کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ فرمائی اور وہ اس سے باز آئے۔ لیکن اللہ نے انہیں "اے ایمان والو" کہہ کر خطاب فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے تو ایمان سے خارج ہو کر کافر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرقہ خوارج کا عقیدہ ہے۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (الحجرات:9)

ترجمہ: اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر دونوں میں سے ایک گروہ دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والے گروہ سے تم قتال کرو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ اگر پلٹ آئے تو دونوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف قائم کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف بغاوت و سرکشی کرنا اور ان سے قتال کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی سرکوبی کے لئے باغی و سرکش گروہ سے مسلمانوں کو قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ گروہ اس سے باز آجائے۔ پھر دونوں گروہ میں عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرانا ضروری ہے۔ اتنے عظیم گناہ کے مرتکب مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے کافر نہیں فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شرک و کفر کے سوا گناہ چاہے جتنا

بڑا ہو اس کے مرتکب مومن کو کافر کہنا درست نہیں۔ لہذا فرقہ خوارج کا، مرتکب کبیرہ کو کافر کہنا اور انہیں ہمیشہ جہنم میں رہنے والا قرار دینا باطل ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ (الحجرات:21)

ترجمہ: اے ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے بچو۔ بے شک بعض گمان گناہ ہے اور ٹوہ میں نہ لگو اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے؟ تم اسے ناپسند کرو گے۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم والا ہے۔

بدگمانی، عیب جوئی وغیبت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ گناہ ہیں۔ لیکن ان گناہوں کے مرتکب بندوں کو اللہ نے کافر نہیں فرمایا بلکہ انہیں "اے ایمان والو" کہہ کر مخاطب فرمایا اور فرمایا کہ غیبت کرنے والا گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا ہے۔ جس طرح مردہ مومن بھائی کا گوشت کھانا نہایت مذموم اور حرام ہے اسی طرح مومن بھائی کی غیبت کرنا بھی سخت مذموم وحرام ہی غیبت گناہ کبیرہ ہے۔ اگر اس کے ارتکاب سے مومن ایمان سے خارج ہو جائے تو وہ اپنے مومن بھائی (جس کی غیبت کی) کا بھائی کہاں رہا۔ مومن مومن کا بھائی ہے نہ کہ کافر کا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ سے مومن بندہ کافر نہیں ہوتا، اگرچہ اس کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہوتا ہی چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور دونوں کو عذاب کسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے (وہ چاہتے تو اس سے آسانی سے بچ سکتے تھے) دونوں میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا غیبت اور چغلی کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک کھجور کی تازہ شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا دونوں کی قبر پر گاڑ دیا اور فرمایا: لعله يخفف عنهما مالم

ییبسا۔ امید ہے کہ جب تک دونوں شاخ خشک نہیں ہوں گی دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ (صحیح البخاری باب الغیبۃ 8/61)

نبی کریم ﷺ نے دونوں گناہ گار بندوں کی قبر پہ کھجور کی تر شاخ گاڑنے کے بعد فرمایا: امید ہے کہ دونوں کے خشک ہونے تک عذاب میں تخفیف ہوگی اگر گناہ کبیرہ کی وجہ سے دونوں صاحب قبر کافر ہو چکے ہوتے تو نبی کریم ﷺ ان کے عذاب کی تخفیف کے لئے یہ عمل نہ کرتے۔ کیوں کہ اس طرح کے عمل سے کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی۔

اہل سنت کے عقیدے کے حق ہونے پر بطور نمونہ یہ چند آیات واحادیث پیش کی گئیں، جن میں سے بعض کا ذکر مقام کی مناسبت سے پہلے بھی آچکا ہے۔ مذکورہ تمام آیات قرآنیہ سے اہل سنت وجماعت کے عقیدے کا حق ہونا واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد آدمی اگر گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ جہنم کے عذاب کا مستحق ہے لیکن مومن ہے، کافر نہیں۔ لہذا کافروں کی طرح ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

اہل سنت کے دلائل پر خوارج کے اعتراضات کے جوابات

اعتراض: قرآن حکیم سورۃ النساء آیت ۹۲۔ ۹۳ میں ہے کہ کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ کسی مومن کو قتل کری اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کا بدلہ جہنم ہے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہے گا مومن کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کے مرتکب کا بدلہ ہمیشہ جہنم میں جلنا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ گناہ کبیرہ سے مومن کافر ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ ہمیشگی کا عذاب کافر ہی کے لئے ہے۔

جواب: مومن کی شان یہ ہے کہ پورے قرآن پر ایمان رکھے۔ علماء یہود کی طرح نہ کرے جو اپنے مطلب کے لئے تورات کے بعض احکام کو مانتے تھے اور بعض کو نظر انداز کر دیتے تھے۔

سورۃ النساء کی مذکورہ آیت کی بنیاد پر اگر مرتکب کبیرہ مومن کو کافر کہا جائے تو قرآن کی ان تمام آیات کا کیا جواب ہوگا جن میں صراحت کے ساتھ گناہ کبیرہ کے مرتکب مومن کو مومن

کہا گیا ہے؟ مثلاً سورۃ الحجرات آیت: ۹ میں مومن گروہ کے خلاف مومن باغی گروہ سے قتال کرنے کا حکم ہے، اس کے باوجود باغی گروہ کو مومن کہا گیا ہے حالانکہ باغی وظالم گروہ مرتکب کبیرہ ہے۔ اگر مرتکب کبیرہ کافر ہے تو اسے قرآن میں مومن کیسے کہا گیا؟ سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۸ میں ہے کہ اے ایمان والوتم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاتل پر قصاص فرض ہے اور قصاص معاف ہوجانے کے بعد اگر دیت طے ہوتی ہے اور اس میں کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کے لئے سخت عذاب ہی یہ زیادتی یعنی قصاص معاف ہونے کے بعد قاتل کو قتل کرنا یا دیت متعین ہونے کے بعد دیت ادا کرنے سے انکار کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس پہ دردناک عذاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے باوجود اس کے زیادتی کرنے والے گناہ گار کو ایمان والا کہا گیا ہی اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ سے مومن کافر نہیں ہوتا اس طرح کی کثیر آیات ہیں جن میں صاف اور صریح لفظوں میں مرتکب کبیرہ کو مومن کہا گیا ہے۔ ان میں سے بعض آیات اس سے پہلے ذکر کی گئی ہیں

خوارج کی طرف سے اعتراض میں جو آیت پیش کی گئی وہ اور اس طرح کی دیگر آیات واحادیث جن کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مرتکب گناہ کبیرہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا ، اہل سنت وجماعت ان کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ اُن آیات واحادیث میں ہمیشہ جہنم میں رہنے سے مراد یہ ہے کہ ایسے کبیرہ گناہ والے لمبے زمانے تک جہنم میں رہیں گے۔ کلام عرب میں خلود اور دوام (ہمیشگی) زمانہ دراز کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہماری زبان میں بھی لفظ ''ہمیشہ'' زمانۂ دراز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے فلاں ہمیشہ عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ فلاں کا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا ہےیا ان آیات واحادیث کا معنی یہ ہے کہ ان کبائر کو جائز سمجھ کر کرنے والا کافر ہے۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگر ان آیات واحادیث کا یہ معنی مراد نہ لیا جائے تو ان تمام آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم آئے گا جن میں مرتکب کبیرہ کو مومن کہا گیا ہے اور اس کے لئے جہنم سے آزادی کا ذکر ہے، اہل سنت وجماعت اُن کا جو معنی بیان کرتے ہیں وہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کے موافق ہے، جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نبی

کریم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ سفید چادر اوڑھے ہوئے آرام فرمارہے تھے۔ میں واپس چلا گیا۔ پھر آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا: جو بندہ بھی لاالٰہ الا اللہ کہے اور اسی حال میں اس کو موت آئے تو وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کی: اگرچہ زنا کرے ، اگرچہ چوری کرے۔ فرمایا: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔ میں نے عرض کیا: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔ فرمایا: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔ میں نے عرض کیا: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔ فرمایا: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو پھر بھی (اگرچہ ابوذر کو یہ ناپسند ہو)۔

(صحیح البخاری 7/941)

ایک طرف یہ صحیح حدیث اور دوسری طرف زنا اور چوری کے سخت گناہ کبیرہ ہونے پر قرآنی آیات وصحیح احادیث چنانچہ قرآن حکیم سورۃ النور آیت ۱۔۲ میں ہے کہ زانیہ اور زانی دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور دین کے معاملے میں دونوں کے حق میں تم نرمی نہ کرو، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مومنوں کا ایک گروہ حاضر رہے سورۃ الاسراء آیت ۳۲ میں ہے کہ تم زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یقیناً وہ بڑا فحش گناہ ہے اور برا راستہ ہے سورۃ المائدہ آیت ۳۸ میں ہے کہ چور اور چورنی کا ہاتھ کاٹو دونوں قسم کی آیات واحادیث کو ماننا ضروری ہے۔ یعنی مومن زناکار اور چور سخت گناہگار مستحق سزا وعذاب ہیں لیکن کافر نہیں، لہذا گناہ گار مومن جہنم میں جلنے کے بعد پھر جنت میں داخل ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایمان ہے تو آدمی جنت میں ضرور جائے گا لہذا گناہ کبیرہ سے کچھ نقصان ہونے والا نہیں تو یہ بھی قرآنی آیات واحادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ کیوں کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ گناہ کبیرہ کے سبب مومن جہنم میں جائے گا اور اگر یہ کہا جائے کہ ایمان والا شخص اگر گناہ کبیرہ مثلاً زنا یا چوری کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے، وہ ہمیشہ جہنم میں جلے گا تو یہ بات بھی قرآن وصحیح احادیث کے خلاف ہے لہذا افراط وتفریط سے بچتے ہوئے دونوں کے بیچ اعتدال کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے جس سے بعض قرآنی آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم نہ آئے چنانچہ اہل سنت وجماعت نے کہا کہ جن آیات واحادیث میں مرتکب کبیرہ کے تعلق

سے یہ آیا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، ان کا معنی یہ ہے کہ زمانۂ دراز تک جہنم میں رہے گا، یا ہمیشہ رہنا مراد ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کو حلال سمجھ کر کرنے والا کافر ہونے کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جن احادیث میں آیا ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یا جنت اس پر حرام ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ کبیرہ کے ساتھ ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا۔ یا گناہ کو حلال سمجھ کر کرے تو اس پر دخول جنت حرام ہے۔ گناہ گار مومن کو اللہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف فرمادے کیوں کہ اس نے مومن بندوں کے حق میں فرمایا ہے کہ شرک و کفر کے سوا وہ چاہے گا تو ہر گناہ معاف فرمادے گا۔

اعتراض: حدیث شریف میں ہے "من ترك الصلوٰة فقد كفر" ترجمہ: جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔

جان بوجھ کر بلا عذر نماز چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کے مرتکب کے حق میں کہا گیا کہ اس نے کفر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کرنے سے مومن ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

جواب: اس حدیث کے معنی میں تاویل کرنا ضروری ہے ورنہ بہت سی قرآنی آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم آئے گا۔ اگر "فقد كفر" میں "کفر" کا اصطلاحی معنی مراد لیا جائے جو کہ ایمان کی ضد ہے تو "ترک الصلوٰۃ" میں تاویل کی جائے گی اور معنی یہ ہوگا کہ جس نے نماز کو بطور استخفاف و اہانت ترک کیا اس نے کفر کیا اور ایمان سے خارج ہو گیا اور اگر ترک صلوٰۃ سے مراد تساہل و غفلت کی بنیاد پر ترک کرنا ہو تو "فقد كفر" میں تاویل ہوگی اور معنی یہ ہوگا کہ جس نے تساہل و سستی اور غفلت سے نماز ترک کیا اس نے کافروں کا عمل کیا۔ یا گناہ کبیرہ کر کے اللہ کی سخت ناشکری و نافرمانی کی۔ یا مطلب یہ ہے کہ ترک صلوٰۃ اتنا بڑا گناہ ہے کہ کفر تک پہنچانے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اس لئے اس پر کفر کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ ابو حاتم فرماتے ہیں:

اطلق المصطفیٰ ﷺ اسم الكفر علی تارك الصلوٰة اذ ترك الصلوٰة اول بداية الكفر۔ لان المرء اذا ترك الصلاة واعتاده ارتقیٰ منه الیٰ ترك غيرها من الفرائض واذا اعتاد ترك الفرائض اداه بذالك الی الجحد

فاطلق ﷺ اسم النهاية التى هى اٰخر شعب الكفر على البداية التى هى اول شعبها وهى ترك الصلاة (صحیح ابن حبان مع تعلیقات الالبانی 4/223)

ترجمہ: مصطفیٰ ﷺ نے ترکِ صلاۃ کو کفر فرمایا ہے۔ وہ اس لئے کہ ترکِ صلاۃ کفر کی پہلی سیڑھی ہے۔ جب آدمی ترکِ صلاۃ کا عادی ہو جائے گا تو دوسرے فرائض کو بھی چھوڑے گا اور جب فرائض کے ترک کا عادی ہوگا تو یہ انکار تک پہنچائے گا۔ لہذا آنحضرت ﷺ نے کفر کے شعبوں میں سے پہلے شعبے (ترکِ صلاۃ) کو سب سے آخری شعبے (کفر) کا نام دے دیا۔

ارجاءِ مذموم وارجاءِ ممدوح

سعودی عالم شیخ محمد بن عبدالرحمن الخمیس (استاذ کلیۃ اصول الدین جامعۃ محمد بن سعود الاسلامیۃ الریاض) نے ارجاء کی چار قسمیں لکھی ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم کا ارجاء یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ ایمان معرفت قلب کا نام ہے۔ اس کے حاصل ہونے کے بعد کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ ایسا گناہ کبیرہ کرنے والا مومن کبھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ اس فرقے کو انہوں نے مرجئہ غالیہ اور مرجئہ جہمیہ کہا ہے، اور اہل سنت کا وہ گروہ جو یہ کہتا ہے کہ ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے لیکن اقرار اس کے لئے شرط ہے، بغیر اقرار کے کوئی مومن نہیں کہلائے گا اور تصدیق واقرار کے باوجود بغیر نیک اعمال کے ایمان کامل نہیں ہوگا، گناہ کبیرہ کرنے سے اگرچہ بندہ ایمان والا رہے گا لیکن اس کا ایمان ناقص ہوگا اور وہ جہنم میں جانے کا مستحق ہوگا۔ اگر اللہ چاہے تو اپنے عدل سے اسے جہنم میں داخل فرمائے پھر ایمان کے سبب اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے یا معاف کردے اور جہنم میں سرے سے داخل ہی نہ کرے، اس گروہ کا یہ نظریہ بھی ارجاء ہے۔ شیخ نے اس کو ارجاء کی چوتھی قسم قرار دیا ہے۔ پھر یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے زمانے میں دو قسم کا ارجاء پایا جاتا تھا پہلی قسم کا ارجاء جس کے ماننے والوں کو مرجئہ جہمیہ کہا جاتا تھا اور چوتھی قسم کے ارجاء والے اہل سنت و جماعت تھے۔ انہیں اہل سنت ہی کہا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں فرقۂ مرجئہ کو اہل سنت سے خارج اور گمراہ کہا جاتا تھا۔

اہل سنت پر مرجئہ ہونے کا الزام

چونکہ فرقۂ مرجئہ اور اہل سنت اس بات میں متفق ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہے اور دونوں میں اس بات میں اختلاف ہے کہ گناہِ کبیرہ سے ایمان کو کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟ اہل سنت کے نزدیک نقصان ہوتا ہے اور مرجئہ کے نزدیک نقصان نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں، لہذا خوارج نے مرجئہ اور اہل سنت کی متفقہ بات کو حیلہ بنا کر اہل سنت پر بھی ارجاء کا الزام رکھا اور اسے بھی مرجئہ کہنا شروع کیا حالاں کہ اہل سنت کے عقیدے کو اگر ارجاء کہا جائے تو یہ ارجاء محمود و پسندیدہ ہے۔ کیوں کہ یہ عقیدہ کتاب وسنت کے مطابق ہے۔ لیکن دشمنوں نے غلط معنی ومفہوم کے لحاظ سے اہل سنت کو اہل ارجاء یا مرجئہ کہا۔ اس بُرے معنی ومفہوم سے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب بری تھی چنانچہ شیخ محمد بن عبد الرحمن الخمیس لکھتے ہیں:

ولم یکن فی زمن الامام ابی حنیفة الا النوعان الاول والرابع۔ فکان یرد النوع الاول کما سیاتی ویقول بالنوع الرابع۔ قال فی الرد علیٰ من یقول ان الایمان هو المعرفة وان اهل القبلة لایدخلون النار مهما اقترفوا من المعاصی وزعموا انه لایضر مع الایمان معصیة۔۔

(اصول الدین عند الامام ابی حنیفہ 1/8)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے زمانے میں صرف پہلی اور چوتھی قسم کا ارجاء تھا۔ چنانچہ آپ پہلی قسم کے ارجاء کا رد کرتے تھے اور چوتھی قسم کا قول کرتے تھے ۔جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ایمان صرف معرفت (اسلام کو حق جان لینے) کا نام ہے اور اہل قبلہ چاہے جتنے گناہ کرلیں جہنم میں داخل نہیں ہوں گے اور ایمان کے ساتھ معصیت کچھ نقصان دینے والی نہیں، امام ابوحنیفہ نے کھلے الفاظ میں ان کا رد کیا ہے۔

امام اعظم پر الزام اور اس کے بطلان کے دلائل

پہلی دلیل: امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر، امام حسن بن زیاد، وغیرہ کے علم وفضل سے بعض علماء کو سخت حسد پیدا ہوگیا تھا جس کی بنیاد پر انہوں نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر بے جا الزامات لگائے ہیں۔ کسی نے ان پر حدیث کے مقابلے میں قیاس کو ترجیح دینے کا الزام رکھا۔ کسی نے انہیں فرقہ جہمیہ میں سے کہا۔ کسی نے مرجئی کہا۔ کسی نے سوءِ حافظہ کا شکار بتایا۔ تمام الزامات کی بنیاد بغض وحسد ہی کیوں کہ جمہور اسلاف امت محدثین وفقہاء مجتہدین نے امام اعظم ابوحنیفہ کو اہل سنت کا امام، امام الفقہاء والمحدثین اور صاحب زہد وتقویٰ تسلیم کیا ہے۔

دوسری دلیل: قاضی بصرہ عثمان بتی کو یہ خبر ملی کہ امام ابوحنیفہ مرجئہ کی طرح رائے رکھتے ہیں، تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کو مرجئی سے خطاب کیا۔ جب یہ بات امام ابوحنیفہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے عثمان بتی کے نام ایک رسالہ لکھا اور ان پر عائد ہونے والے الزام سے اپنی برأت ظاہر کی۔

شیخ خمیس لکھتے ہیں:

وھی رسالة صغیرة قیل ان الامام اباحنیفة کتبھا الی قاضی البصرة عثمان البتی رداعلی خطابه الذی بعثه الی الامام ابی حنیفة لمابلغه ان الامام یری رأی المرجئة فشق علیه ذالك و کتب الیه خطابا فارسل ابوحنیفة ھذہ الرسالة ینفی عن نفسه الارجاء۔

(اصول الدین عندالامام ابی حنیفة 1 /431)

ترجمہ: یہ مختصر رسالہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ رسالہ امام ابوحنیفہ نے قاضی بصرہ عثمان بتی کو اس خطاب کے رد میں لکھا تھا جس سے بتی نے آپ کو مخاطب کیا تھا کیوں کہ بتی کو یہ خبر پہنچی تھی کہ امام ابوحنیفہ مرجئہ کی طرح رائے رکھتے ہیں۔ یہ بات ان پر بڑی شاق گزری اور انہوں نے امام ابوحنیفہ کو مخاطب کر کے خط لکھا۔ اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ نے یہ رسالہ لکھا اور ارجاء

سے اپنی برأت ظاہر کی۔

امام ابوحنیفہ نے عثمان بتی کو یہ تحریر فرمایا تھا:

"واما ماذکرت من اسم المرجئة فماذنب قوم تکلموا بالعدل وسماهم اهل البدع بهذاالاسم ولکنهم اهل عدل واهل السنة وانماهذا اسم سماهم به اهل الشنآن"۔

(اصول الدین ۱/۱۷۸ بحوالہ رسالۃ ابی حنیفۃ للبتی ص ۱۳۵)

ترجمہ: آپ نے جن لوگوں کو مرجئہ کا نام دیا ہے۔ ان کا کیا گناہ ہے؟ انہوں نے تو انصاف کی بات کہی ہے (کہ مرتکب کبیرہ مومن کافر نہیں، لہذا وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ ایمان کے سبب جنت میں جائے گا) انہیں گمراہوں نے مرجئہ نام دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اہل عدل واہل السنہ ہیں۔ انہیں مرجئہ نام دینے والے ان کے دشمن ہیں۔

ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب احناف پر ارجاء کا لزام لگانے والے درحقیقت خوارج وروافض ودیگر گمراہ فرقے اور ان کے حاسدین ودشمن ہیں امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اس الزام سے بری ہیں

تیسری دلیل: امام ابوجعفر محمد طحاوی حنفی جن کا شمار فقہ حنفی کے ائمہ مجتہدین فی المسائل میں ہوتا ہے۔ اہل السنہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولانقول لایضر مع الایمان ذنب لمن عمله نرجو للمحسنین من المؤمنین ان یعفوعنهم ویدخلهم الجنة برحمته ولانا من علیهم ولانشهدلهم بالجنة ونستغفر لمسیئهم ونخاف علیهم ولانقنطهم

(العقیدۃ الطحاویۃ بتعلیق الالبانی ص 14)

ترجمہ: ہم یہ نہیں کہتے کہ ایمان کے ساتھ گناہ گار کا کوئی گناہ نقصان نہیں کرتا۔ مومنین محسنین کیلیۓ ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ ان کے گناہ معاف فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ ہم ان کے تعلق سے عذاب

سے بے خوف نہیں ہیں اور ان کے لئے جنت کی گواہی نہیں دیتے۔ہم ان کے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اور ان پر عذاب کا خوف کرتے ہیں لیکن ان کی معافی سے ناامید نہیں ہوتی

اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ احناف پر ارجاء کا الزام باطل ہے۔ان کا عقیدہ اہل سنت وجماعت کے عقیدے کے مطابق ہی وہ مرجئہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ کوئی گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا اور خوارج کی طرح یہ بھی نہیں کہتے کہ کوئی گناہ گار مومن جنت میں نہیں جائے گا کیوں کہ مرجئہ اور خوارج دونوں فرقے باطل ہیں۔

چوتھی دلیل: اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ والا مومن مستحق عذاب ہے۔اللہ چاہے تو عدل سے اسے عذاب دے اور چاہے تو اپنے فضل سے معاف کردے، یہی عقیدہ امام اعظم ابوحنیفہ کا بھی ہے۔چنانچہ آپ کا یہ قول منقول ہے:

والله تعالیٰ متفضل علیٰ عباده عادل۔قد يعطى من الثواب اضعاف ما يستوجبه العبد تفضلا منه وقد يعاقب على الذنب عدلا منه وقد يعفو فضلا منه۔ (الفقہ الاکبر ص16)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل فرمانے والا ہے۔عادل ہے۔کبھی اپنے فضل سے بندے کے استحقاق سے کئی گنا زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اور کبھی عدل سے گناہ پر سزا دیتا ہے اور کبھی اپنے فضل سے معاف فرما دیتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے مزید فرمایا ہے:

ولا نقول ان المؤمن لا تضره الذنوب ولا نقول انه لا يدخل النار ولا نقول انه يخلد فيها وان كان فاسقا بعد ان يخرج من الدنيا مومنا ولا نقول ان حسناتنا مقبولة وسيأتنا مغفورة كقول المرجئة ولكن نقول من عمل حسنة بجميع شرائطها خالية عن العيوب المفسدة ولم يبطلها بالكفر والردة والاخلاق السئية حتى خرج من الدنيا مومنا

فان اللہ تعالیٰ لایضیعھا بل یقبلھا منہ ویثیبہ علیھا۔ وما کان من السئیات دون الشرک والکفر ولم یتب عنھا صاحبھا حتی مات مومنا فانہ مومن، فی مشیة اللہ تعالیٰ ان شاء عذبہ بالنار وان شاء عفاعنہ ولم یعذب بالنار اصلا۔ (الفقہ الاکبر 1/74)

ترجمہ: ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ مومن کو گناہ نقصان نہیں پہنچاتے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ فاسق مومن اگر دنیا سے ایمان کے ساتھ نکلا تو وہ ہمیشہ جہنم میں جلے گا۔ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور گناہ معاف کردئے گئے ہیں، جیسا کہ فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے کوئی نیک عمل کیا اس کے تمام شرائط کے ساتھ، اس عمل کو فاسد کرنے والے تمام عیوب سے خالی کر کے اور اس نیک عمل کو کفر وارتداد اور اخلاق سعیہ سے باطل نہیں کیا، یہاں تک کہ دنیا سے حالت ایمان میں نکلا تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک عمل کو ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ قبول فرمائے گا اور اس کا ثواب عطا فرمائے گا۔اور جس نے کفر وشرک سے بچتے ہوئے کوئی گناہ کیا اور توبہ نہیں کی یہاں تک کہ حالتِ ایمان میں اس کو موت آئی تو وہ مومن ہے۔وہ اللہ کی مشیت پر ہے۔اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمائے اور بالکل عذاب نہ دے۔

الزام کا بطلان علماء غیر مقلدین واہل حدیث کے اقوال سے

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئی ہونے کا الزام غلط ہے۔بلاشبہ آپ اہل سنت بلکہ امام اہل سنت تھے۔ اس حقیقت کا بعض علماء اہل حدیث نے بھی اپنی کتابوں میں اعتراف کیا ہے۔

ذیل میں بعض علماء اہل حدیث کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں:

☆ شیخ محمد بن عبدالرحمن الخمیس (استاذ شعبۂ عقائد ومذاہب، کلیۃ اصول الدین جامعۃ

الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ الریاض) انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے" اصول الدین عند الامام ابی حنیفة" اس میں لکھتے ہیں:

قال الامام ابوحنیفة رحمه الله فی ردھذا المذھب الخبیث "ولا نقول ان المؤمن لاتضره الذنوب ولا نقول انه لایدخل النار ولا نقول ان حسناتنا مقبولة وسئیاتنا مغفورة کقول المرجئة" فالمقصود انه لایجوز لنا ان نصف الامام بالارجاء المطلق الذی لایقول به مسلم۔
(اصول الدین عند الامام ابی حنیفة 1/110)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس خبیث مذہب (ارجائی) کے رد میں یہ فرمایا ہے: "ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کو گناہ نقصان نہیں پہنچاتے اور یہ نہیں کہتے کہ وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور ہمارے گناہ معاف کئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مرجئہ کا کہنا ہے" کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے لئے جائز نہیں ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ کو اس ارجاء مطلق سے متصف کریں جس کا قول کوئی مسلمان نہیں کرتا۔
شیخ خمیس مزید لکھتے ہیں:

وابوحنیفة حاشاه ان یقول بهذا القول اویقف ذالك الموقف فلا یجوز لنا ان نصفه بالارجاء المطلق الذی یتبادر الی الذهن هو ذالك القول الذی لا یقول به مسلم ابدا۔ (مصدر سابق)

ترجمہ: ہرگز ایسا نہیں کہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہو یا ان کا یہ موقف ہو (کہ ایمان والے کو گناہ کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا) لہذا ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم انہیں ارجاء مطلق سے متصف مانیں، کہ ارجاء کہنے سے اس قول (عقیدہ) کی طرف ذہن متبادر ہوتا ہے جو کبھی کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا۔

☆ شیخ ابن القیم جنہیں غیر مقلدین وہابیہ اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں، انہوں نے فرقۂ جہمیہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "الصواعق المرسلہ فی الرد علی

الجمهمية " اس کتاب کی جلد ۴ صفحہ ۱۲۹۷ پر شیخ ابن القیم نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کو دورِ اکابر تبع تابعین کے امام المسلمین میں شمار کیا ہے۔ ابن القیم لکھتے ہیں:

والثوری وابن ابی لیلیٰ وابو حنیفة ونحوهم من ائمة اهل الکوفة وحماد بن زید وحماد بن سلمه وابن عیینة ونحوهم من ائمة اهل البصرة فهولاء وامثالهم ائمة الاسلام شرقا وغربا فی ذالك الزمان

ترجمہ: سفیان ثوری، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، ابوحنیفہ اور ان جیسے ائمہ اہلِ کوفہ اور حماد بن زید، حماد بن سلمہ، سفیان بن عیینہ اور ان جیسے ائمہ اہل بصرہ، یہ حضرات اور ان کے امثال شرق و غرب میں اُس زمانے کے امام المسلمین تھے۔

نیز ابن القیم نے اپنی کتاب "هداية الحيارىٰ فی اجوبة اليهود والنصارىٰ" جلد 2 صفحہ 554 پر امام اعظم کی عظمت و بزرگی اور دین داری کے ثبوت میں ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

وقال ابو حنیفة اذا جاء عن النبی ﷺ فعلی الراس والعین واذا جاء عن الصحابة نختار من قولهم ولم نخرج عنه

ترجمہ: ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث سامنے آجائے تو وہ سر آنکھوں پر اور صحابہ سے کچھ منقول ہے تو ہم ان کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور اس سے انحراف نہیں کرتے۔

☆ غیر مقلدین کے معتمد و معتبر عالم شیخ ناصر الدین البانی، امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے حد درجہ بغض وحسد رکھنے کے باوجود یہ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ ابوحنیفہ کے صدق وعدالت، ان کے تقویٰ و پرہیزگاری اور دین داری میں کوئی شک نہیں، ان کی دین داری اور ورع و تقویٰ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ پھر انہوں نے امام ذہبی کے حوالے سے یہ شعر بھی نقل کیا ہے۔

ولیس یصح فی الاذهان شیئ اذا احتاج النهار الی دلیل

ترجمہ: ایسے ذہنوں میں کوئی صحیح بات آنہیں سکتی جن کو دن کے وجود کے لئے کوئی دلیل چاہئے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ 1/566)

☆ شیخ محمد بن صالح بن عثیمین، غیر مقلدین واہل حدیث کے بہت بڑے مستند مفتی تھے۔ انہوں نے شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے ائمہ دین مثلا امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ کے تعلق سے یہ تحریر کیا ہے کہ ان ائمہ دین کی تعریف وثنا پر امت کا اجماع ہے، اس لئے ہم کہیں گے کہ یہ حضرات جنتی ہیں۔

شیخ عثیمین کے الفاظ یہ ہیں:

قال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ و کذالك من اجمعت الامۃ علی الثناء علیه فاننا نشهدله بالجنۃ فمثلا الامام احمد رحمه الله والشافعی وابوحنیفۃ ومالك و سفیان الثوری وسفیان بن عیینۃ وغیرهم من الائمۃ اجمعت الامۃ علی الثناء علیهم فنشهد لهم بانهم من اهل الجنۃ. (شرح ریاض الصالحین 1/3801)

ترجمہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا: اسی طرح جس شخص کی ثنا پر امت کا اجماع ہے ہم اس کے جنتی ہونے کی گواہی دیں گے۔ مثال کے طور پر امام احمد، شافعی، ابوحنیفہ، مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ وغیرہ ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کی ثنا پر امت کا اجماع ہے۔ لہذا ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ حضرات جنتی ہیں

دور حاضر کے وہابی علماء جواب دیں کی اُن کے مستند عالم ومفتی شیخ عثیمین بلکہ وہابیوں کے شیخ الکل شیخ ابن تیمیہ تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جنتی کہہ رہے ہیں لیکن شیخ ابن تیمیہ کے مقلدین انہیں مرجئی گمراہ کہہ رہے ہیں۔ کیا مرجئی گمراہ بھی ائمہ دین میں سے ہوتا ہے۔ کیا مرجئی گمراہ کی مدح وثنا پر امت کا اجماع ہے؟ اگر بقول ان کے امام اعظم مرجئی گمراہ تھے تو شیخ ابن تیمیہ، شیخ عثیمین انہیں امام المسلمین اور جنتی کہہ کر خود کیا ہوئے؟ ع اس گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے۔

امام ابوحنیفہ کے بارے میں شیخ نجدی کا نظریہ

اب آیئے ذرا خوارجِ زمانہ وہابیہ کو اُن کے مرکزِ عقیدت تک پہنچادیا جائے اور دیکھا جائے کہ ہزار پروپیگنڈوں سے حق کو دبانے کی کوشش کے باوجود حق کس شان وشوکت سے جگمگاتا ہوا نظر آتا ہے۔

امام الوہابیہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقیدے کو بیان کرتے ہوئے شیخ صالح بن عبداللہ نے یہ لکھا ہے:

ان اصل الدین کتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ نبیہٖ محمد ﷺ وماکان علیه الصحابة والتابعون لهم باحسان فهم السلف الصالح ثم الائمة الاربعة من بعدهم ابوحنیفة ومالك والشافعی واحمد بن حنبل رضی اللہ عنهم وعن سلف الامة من الصحابة ومن تبعهم الیٰ یوم القیامة فان هؤلاء المقتدیٰ بهم عند جمیع المسلمین من اهل الکتاب والسنة فانه لاخلاف بینهم فی اصل الدین من توحید اللہ تعالیٰ فی ربوبیتهٖ وفی الوهیتهٖ واسمائهٖ وصفاتهٖ وهذا والحمد للہ ثابت فی کتبهم الموجودة بین ایدیکم وان جعل بینهم اختلاف فی الفروع فماذاك الا من شدة حرصهم وتمسکهم بکتاب ربهم وما صح عن نبیهم ﷺ واستخراج معانیها من کل منهم علیٰ قدر ما اٰتاه اللہ من العلم والفهم فی دینهٖ وکلهم ان شاء اللہ تعالیٰ علیٰ حق ومن سلك طریقهم وحذاحذوهم الیٰ یوم القیامة۔ (عقیدۃ الشیخ محمد بن عبدالوہاب السلفیہ 1/240)

ترجمہ: دین کی اصل کتاب اللہ اور سنت رسول اور طریق صحابہ وتابعین ہے۔ وہی حضرات سلفِ صالحین ہیں، پھر ان کے بعد چاروں امام ،ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ہیں۔ اسلاف امت صحابہ وتابعین ہیں اور ان کے متبعین قیامت تک۔ کیوں کہ وہ حضرات کتاب وسنت کے پیروکار، تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں۔ اُن ائمہ

دین کے درمیان دین کے اصول مثلاً توحید، ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات باری تعالیٰ میں کوئی اختلاف نہیں ۔ الحمد للہ یہ بات ان کی کتابوں میں موجود ہے جنہیں تم پڑھتے ہو۔ ہاں ان میں جو کچھ فروع میں اختلاف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت پر سختی کے ساتھ عمل کرنے والے تھے اور ان سے بقدر طاقت مسائل کا استخراج واستنباط کرتے تھے لہذا فہم وعلم کے تفاوت کی بنیاد پر ان میں اختلاف ہوا۔ لیکن ان شاء اللہ سب کے سب حق پر ہیں اور قیامت تک جو لوگ ان ائمہ کے طریقے پر چلتے رہیں گے وہ بھی حق پر رہیں گے۔

دور حاضر کے وہابی اپنے امام کے اس عقیدے کے بارے میں کیا کہیں گے؟ ان کے امام تو یہ فرما رہے ہیں کہ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کے بعد چاروں ائمہ مجتہدین کا طریقہ برحق ہے ۔ چاروں امام اسلافِ امت ہیں۔ دین کے امام اور مقتدیٰ وپیشوا ہیں۔ چاروں امام کتاب وسنت پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ چاروں امام کتاب وسنت سے مسائل دینیہ کا استخراج کرنے والے تھے۔ اصولِ دین میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ چاروں امام حق پر ہیں اور ان کے راستے پر چلنے والے تمام مسلمان حق پر ہیں لیکن شیخ نجدی کے متبعین یہ کہہ رہے ہیں کہ ''ابوحنیفہ مرجئی گمراہ تھے'' وہابی اہل حدیث جواب دیں کہ اگر ان کا یہ کہنا صحیح ہے کہ امام ابوحنیفہ مرجئی گمراہ تھے تو ان کے امام شیخ نجدی امام اعظم ابوحنیفہ کو امام المسلمین، متبعِ کتاب وسنت، مسلمانوں کے مقتدا وپیشوا لکھ کر اور انہیں سلفِ صالحین میں شمار کر کے خود کیا ہوئے؟ کیا کوئی مرجئی گمراہ بھی امام المسلمین، مسلمانوں کا مقتدا وپیشوا، متبعِ کتاب سنت اور سلفِ صالحین میں سے ہے؟؟

صرف یہی نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور دوسرے ائمہ مجتہدین کو شیخ نجدی نے امام المسلمین اور مسلمانوں کا مقتدا وپیشوا لکھا، بلکہ صاف صاف یہ بھی لکھ دیا کہ اُن کے اس نظریے سے جس کو بھی اختلاف ہے وہ صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے۔ وہ جاہل وگمراہ ہے۔ اس پر توبہ ورجوع لازم ہے۔ شیخ نجدی کیا کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

فھذا الذی ندین له به وھو اعتقادنا نحن و اعتقاد مشائخنا واسلافنا وھو الصراط المستقیم والمیزان العدل فمن استقام علیه فھو المتبع المھتدی ومن حاد عنه فھو جاھل فیجب علیه الرجوع والتوبة الیٰ الله تبارك وتعالیٰ ومن خالفه معتقدا بطلانه فھذا لیس علی شئی من الدین لا اصله ولا فرعه نعوذبالله من ذالك ولا یقال عن ھذا انه مکذب للمشائخ بل مکذب لکتاب الله وسنة نبیه ﷺ (ایضا)

ترجمہ: یہی ہمارا اور ہمارے مشائخ واسلاف کا دین وعقیدہ ہے اور یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی عدل کی میزان ہے۔ جو اس پر قائم ہے وہی متبعِ کتاب وسنت اور ہدایت یافتہ ہے اور جو اس سے اعراض کرنے والا ہے وہ جاہل ہے۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع وتوبہ واجب ہے ۔ جو شخص اس عقیدہ کو باطل تصور کر کے اس کی مخالفت کرتا ہے وہ دین کے اصول وفروع میں سے کسی پر نہیں۔ ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور اس شخص کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ وہ مشائخ کی تکذیب کرنے والا ہے بلکہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی تکذیب کرنے والا ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام الوہابیہ کے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ مجتہدین، دین کے امام ومقتدا ہیں۔ متبع کتاب وسنت ہیں۔ اصول دین میں ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ اسلاف امت ہیں۔ وہ سب حق پر ہیں۔ ان کے متبعین بھی حق پر ہیں اس کے خلاف جو شخص نظریہ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ مرجئی گمراہ تھے۔ وہ کتاب وسنت کے مقابلے میں اپنے قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کے متبعین احناف، گمراہ بلکہ مشرک ہیں ، ایسا نظریہ رکھنے والا شخص امام الوہابیہ کے نزدیک صراط مستقیم سے ہٹا ہوا، گمراہ، جاہل ہے، ۔ وہ دین کے اصول وفروع میں سے کسی چیز پر نہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ مشائخ کی تکذیب کرنے والا ہے بلکہ کتاب وسنت کی تکذیب کرنے والا ہے۔ ایسے شخص پر توبہ واجب ہے۔

اب امام اعظم ابوحنیفہ کو مرجی وگمراہ کہنے والے خوارج زمانہ وہابی اہل حدیث کا چہرہ

خود انہیں کے امام شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کے آئینے میں صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ سب صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے گمراہ، جاہل، کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ ان پر توبہ واجب ہے۔

شیخ ہم پہ خفا نہ ہوں کہ ہم نے
آئینہ سامنے لا کے رکھا ہے

امام ابوحنیفہ گمراہ فرقوں کا رد کرنے میں بے مثال تھے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں علم مناظرہ میں بہت زیادہ اشتغال رکھتے تھے۔ آپ نے بدمذہبوں اور گمراہوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے بارہا بصرہ کا سفر کیا ہے چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے:

کنت رجلا اعطیت جدلا فی الکلام فمضی دھرا تردد فیه وبه اخاصم وعنه اناضل وکان اصحاب الخصومات والجدل اکثر ھم بالبصرة فدخلت البصرة نیفا وعشرین مرة (مناقب ابی حنیفة للمکی ص 45)

ترجمہ: مجھے مناظرہ میں مہارت حاصل تھی۔ ایک زمانے تک اس میں مشغول رہا۔ اس کے ذریعہ باطل سے مناظرہ کرتا تھا اور اہل حق کا دفاع کرتا تھا۔ زیادہ تر اہل مناظرہ اور مخالفین بصرہ میں تھے۔ چنانچہ میں بیس بار سے زیادہ بصرہ حاضر ہوا ہوں۔

امام ابوحنیفہ گمراہوں کے ساتھ مناظرہ کرنے والوں کے امام تھے۔ چنانچہ قبیصہ بن عقبہ کہتے ہیں:

کان الامام ابوحنیفة رحمه الله فی اول امره یجادل اهل الاهواء حتی صار رأسا فی ذالك منظورا الیه ثم ترك الجدل ورجع الی الفقه والسنة وصار اماما (عقود الجمان ص 161 بحوالہ اصول الدین عند الامام ابی حنیفۃ لمحمد بن عبد الرحمن الخمیس)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ شروع میں گمراہوں سے مناظرہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس معاملے میں سب کے سردار اور مرجع بن گئے تھے۔ پھر مناظرہ چھوڑ کر فقہ وحدیث میں مشغول ہو گئے اور فقہ کے امام بن گئے۔

ثابت ہوا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئی ہونے کا الزام باطل ہے
۔ یہ الزام آپ کے معاندین وحاسدین کی طرف سے لگایا گیا ہے حق یہ ہے کہ امام اعظم
ابوحنیفہ اہل السنہ کے امام تھے یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر محدث وناقد حدیث امام ذہبی
متوفی (۷۴۸ھ) نے امام اعظم کے فضائل ومناقب ذکر کرنے بعد یہ تحریر فرمایا ہے:

ولیس یصح فی الاذھان شئی — اذا احتاج النہار الی دلیل

ترجمہ: ان ذہنوں میں کوئی بات ٹھیک نہیں بیٹھ سکتی جن کو دن کے ثبوت کے
لئے دلیل کی حاجت ہو۔ (سیر اعلام النبلاء 6/304)

اہل سنت کو خوارج کے مقابلے میں مرجئہ کہا جاتا تھا

خوارج مرتکب کبیرہ کو ایمان سے خارج اور دائمی عذاب کا مستحق مانتے تھے۔ اس
کے برخلاف اہل سنت، مرتکب کبیرہ کو ایمان والا کہتے تھے اور اس کی مغفرت کی امید رکھتے
تھے۔ اس لئے اہل سنت کو خوارج کے مقابلے میں کبھی اہل ارجاء کہا جاتا تھا۔ کیوں کہ ارجاء
رجا سے ماخوذ ہے اور رجا کا معنی ہے امید کرنا۔ خوارج، مرتکب کبیرہ کو کافر کہنے کی وجہ سے اس
کے بارے میں اللہ کی رحمت سے ناامید تھے اور اہل سنت مرتکب کبیرہ کو کافر نہ کہنے کی وجہ
سے اس سے متعلق اللہ کی معافی کے امیدوار تھے۔ اس لئے خوارج کے مقابلے میں اہل سنت
کو مدح کے طور پر مرجئہ یا اہل ارجاء کہا جاتا تھا۔ خوارج کے نزدیک اس معنی کر مرجئہ ہونا
مذموم تھا لیکن اہل سنت کے نزدیک ممدوح تھا۔ چنانچہ بے شمار ائمہ فقہاء ومحدثین کو اس معنی کے
لحاظ سے اہل ارجاء اور مرجئی کہا گیا ہے۔

چنانچہ علامہ صفدی متوفی ۷۶۴ھ لکھتے ہیں:

ومن رجال الارجاء سعید بن جبیر وطلق بن حبیب وعمرو بن مرۃ و
محارب بن دثار وعمرو بن ذر وحماد بن سلیمان شیخ ابی حنیفۃ وابو
حنیفۃ وابو یوسف ومحمد بن الحسن ومقاتل بن سلیمان وھولاء ھداۃ
الدین وائمۃ المسلمین وخالفوا القدریۃ والخوارج والمرجئۃ فی انھم
لم یکفروا اصحاب الکبائر بالکبائر ولا حکموا بتخلیدھم فی النار

ولا سبوا احدا من الصحابة ولا وقعوا فيهم۔ (الوافی بالوفیات 21/431)

ترجمہ: اور ارجاء والے لوگوں میں سے سعید بن جبیر، طلق بن حبیب، عمرہ بن مرہ، محارب بن دثار، عمرو بن ذر، حماد بن سلیمان ابوحنیفہ کے شیخ، ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد بن حسن، مقاتل بن سلیمان ہیں یہ حضرات دین کے ہادی اور مسلمانوں کے امام ہیں۔ انہوں نے فرقۂ قدریہ، خوارج اور مرجئہ کی اس بات میں مخالفت کی ہے کہ انہوں نے گناہ کبیرہ والوں کو کبیرہ گناہوں کے سبب کافر اور دائمی جہنمی نہیں کہا۔ نہ صحابہ کو گالیاں دیں اور نہ ان پر عیب جوئی کی۔

خوارج کے مقابلے میں اہل سنت کو سب سے پہلے اہل ارجاء کہنے والے حسن بن محمد تابعی تھے۔ چنانچہ ان کے تعلق سے عجلی کا یہ قول علامہ صفدی نے نقل فرمایا ہے:

ہو مدنی تابعی ثقة وہو اول من وضع الارجاء (مصدر سابق)

ترجمہ: وہ مدنی ثقہ تابعی تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے ارجاء کی اصطلاح ایجاد کی۔

علامہ سخاوی نے فرمایا ہے کہ حضرت حسن بن محمد تابعی نے جس ارجاء کا قول کیا ہے وہ ،وہ ارجاء نہیں جو اہل سنت و جماعت کے نزدیک معیوب ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دور صحابہ میں دو مسلمان گروہوں میں جو نزاعی معاملات، مشاجرات اور جنگیں ہوئیں، اس میں کسی ایک گروہ کو ہم خطا کار اور مستحقِ نار نہیں ٹھہراتے بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

فمعنی الارجاء الذی تکلم الحسن فیه انه کان یری عدم القطع علی احدی الطائفتین المقتتلین فی الفتنة بکونه مخطأ او مصیبا و کان یری ان یرجئ الامر فیهما الی الله واما الارجاء الذی یتعلق بالایمان فلم یعرج علیه فلا یلحقه بذالك عیب (التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة 1/682)

ترجمہ: حسن بن محمد نے جس ارجاء کی بات کہی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ فتنہ کے زمانے میں دو مسلمان گروہوں میں سے کسی ایک کو قطعی طور پر خطا کار یا برحق نہیں کہتے بلکہ ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرتے ہیں۔ رہی بات اس ارجاء کی جس کا تعلق ایمان سے ہے (کہ ایمان کے بعد گناہ کچھ بھی نقصان نہیں دیتا) تو اس معنی کا ارجاء ان کا موقف نہیں، لہذا اس کی وجہ سے ان پر کچھ عیب نہیں لگے گا

امام سخاوی کی وضاحت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مطلقا کسی کے تعلق سے اگر یہ کہا گیا ہے کہ وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے یا مرجئی تھے یا ان پر ارجاء کا الزام ہے تو اس سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ شخص مرجئی گمراہ تھا۔ جب تک کہ دلائل سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس شخص کا عقیدہ، گمراہ فرقۂ مرجئہ کے عقیدے کے مطابق تھا اس کو مرجئی گمراہ کہنا صحیح نہیں۔

یہی بات امام ذہبی نے بھی تحریر فرمائی ہے:

قلت الارجاء الذی تکلم به معناه انه یرجئی امر عثمان وعلی الی الله فیفعل فیهم مایشاء۔ (تاریخ الاسلام 1/1801)

ترجمہ: جس ارجاء کی بات حضرت حسن بن محمد نے کہی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے معاملے کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں کہ اللہ اس معاملے میں جو چاہے گا کرے گا۔

نیز یہی بات علامہ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمائی ہے۔ (تہذیب التہذیب 2/123)

خوارج نے اہل سنت کو مرجئہ کہا

امام شعرانی نے فرمایا:

وکان یقول (ابوحنیفة) انماسمی المرجئة بذالك لانهم سئلوا عن حالة العصاة این منزلهم فی الآخرة فقالوا: امرهم الی الله تعالیٰ فسموا مرجئة لارجائهم امر العصاة الی الله تعالیٰ فان الکفار فی النار

ترجمہ: امام ابوحنیفہ یہ فرماتے تھے کہ اہل سنت کو مرجئی اس لئے کہا گیا کہ جب ان سے (مومن) گناہ گاروں کے بارے میں پوچھا گیا کہ ان کا ٹھکانا کہاں ہوگا (جنت یا دوزخ) تو اہل سنت نے کہا کہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے (چاہے تو معاف کر کے جنت دے اور چاہے تو عذاب دے) تو انہیں مرجئہ کہا گیا کہ انہوں نے گناہ گاروں کے معاملے کو اللہ کی طرف موخر کر دیا، کیونکہ کافر تو جہنم میں ہوں گے اور مومن (صالح) جنت میں۔

علامہ شہرستانی [وفات: ۵۴۸ھ] نے تحریر فرمایا:

لعمری كان يقال لابی حنيفة واصحابه مرجئة السنة۔ وعده كثير من اصحاب المقالات من جملة المرجئة ولعل السبب فيه انه لما كان يقول : الايمان هو التصديق بالقلب وهولا يزيد ولا ينقص ظنوا انه ليوخر العمل عن الايمان والرجل مع تخريجه فی العمل كيف يفتی بترك العمل۔ وله سبب آخر والمعتزلة كانوا يلقبون كل من خالفهم فی القدر مرجئا و كذالك الوعيدية من الخوارج فلا يبعد ان اللقب انما لزمه من فريقی المعتزلة والخوارج۔ (الملل والنحل 1/ 67)

ترجمہ: بخدا ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب مرجئی اہل سنت تھے۔ بہت سے لوگوں نے انہیں مرجئہ اس سبب سے کہا ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ ایمان تصدیقِ قلب کا نام ہے اور تصدیق زیادہ اور کم نہیں ہوتی، اس سے ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ ابوحنیفہ عمل کو ایمان سے موخر رکھتے ہیں (ایمان کے لئے عمل کو ضروری نہیں سمجھتے) حالاں کہ جب وہ مردِ حق (ابوحنیفہ) خود عمل پر سختی سے پابندی کرتے تھے تو عمل نہ کرنے کا فتوٰی کیسے دے سکتے تھے؟ اور انہیں مرجئی کہنے کا ایک سبب اور ہے، وہ یہ ہے کہ معتزلہ فرقہ ہر اس شخص کو مرجئی کہتا تھا جو تقدیر کے معاملے میں اس کے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھتا تھا (معتزلہ کا عقیدہ یہ تھا کہ تقدیر کچھ نہیں، بندہ اپنے افعال کا خود خالق

ہے۔ یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے) اسی طرح خوارج کے عقیدے کے خلاف جو شخص بھی گناہ گار مومن کو کافر نہیں کہتا تھا خوارج اس کو مرجئہ کہتے تھے۔ لہذا بعید نہیں کہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو معتزلہ اور خوارج کی طرف سے مرجئہ کا لقب ملا ہو۔

بخاری و مسلم کے چند راوی جن پر مرجئ ہونے کا الزام ہے

وہابی غیر مقلدین اگر امام اعظم ابو حنیفہ پر مرجئ ہونے کے الزام کی بنا پر انہیں مجروح و نامقبول ٹھہرائیں گے تو ذرا انصاف سے بتائیں کہ بخاری و مسلم کے درجنوں راوی جن پر مرجئ ہونے کا الزام ہے، ان کے بارے میں وہ کیا کہیں گے؟ بخاری و مسلم کی وہ احادیث جو اُن راویوں سے مروی ہیں صحیح و مقبول ہوں گی یا نہیں؟ اب ہم بخاری و مسلم کے کچھ ایسے راویوں کے نام نیچے درج کر رہے ہیں جن پر محدثین نے مرجئ ہونے کا الزام لگایا ہے۔

ا۔ ایوب بن عائذ البحتری الکوفی صغارِ تابعین کے معاصرین میں تھے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی کے راوی ہیں

☆ امام عبداللہ بن مبارک نے کہا: کان صاحب عبادة ولكنه كان مرجئا. ایوب عبادت گزار تھے لیکن مرجئ تھے۔

☆ بُستی نے کہا: کان مرجئا یخطیئ ایوب مرجئ تھے۔ حدیث میں خطا کرتے تھے۔

☆ ابوداؤد نے کہا: ثقة الا انه یرجئ ثقہ تھے مگر مرجئ تھے۔

☆ ساجی نے کہا: صدوق یری الارجاء سچے تھے لیکن ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ ترمذی نے کہا: ایوب بن عائذ یضعف فی الحدیث ویقال: کان یری الارجاء. ایوب بن عائذ حدیث کے معاملے میں ضعیف تھے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ خود امام بخاری نے فرمایا: کان یری الارجاء ایوب ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(التاریخ الکبیر 1/1042 اکمال تہذیب الکمال 2/633، تہذیب الکمال 3/874)

۲۔ حماد بن ابی سلیمان الاشعری الکوفی متوفی ۱۲۰ھ: امام اعظم کے استاذ اور امام

بخاری کے دادا استاذ، صغارِ تابعین میں سے تھے۔ بخاری نے الادب المفرد میں ان سے حدیث لی ہے اور صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کے تعلق سے امام ذہبی نے فرمایا: صاحب ذکاوت وکرامت اور سخی عالم تھے۔ صاحب ثروت وحشمت اور صاحب جمال تھے۔ ابراہیم نخعی کے سب سے عظیم فقیہ شاگرد تھے۔ ان کے تعلق سے بعض ناقدین کی جرحیں ملاحظہ کریں۔

☆ معمر نے کہا: ہم ابواسحاق کے پاس آتے تو وہ یہ کہتے تھے: تم لوگ کہاں سے آرہے ہو؟ ہم جواب دیتے: حماد کے پاس سے۔ وہ کہتے: تم سے مرجئی نے کیا کہا؟۔ (سیر اعلام النبلاء 5/332)

☆ نسائی نے کہا: ثقةٌ مرجئی حماد ثقہ مرجئی تھے۔

☆ خلف بن خلیفہ نے کہا کہ ابوہاشم نے کہا کہ میں حماد بن سلیمان کے پاس آیا تو ان سے کہا: یہ کیا نئی رائے آپ نے نکالی؟ یہ تو ابراہیم نخعی کے عہد میں نہیں تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا: لو کان حیا لتابعنی علیہ۔ یعنی الارجاء اگر ابراہیم نخعی باحیات ہوتے تو وہ بھی ارجاء کے معاملے میں میری موافقت کرتے۔ (ایضا 5/332)

۳۔ ذر بن عبداللہ بن زرارہ کوفی متوفی ۱۰۰ھ: چھٹے طبقے کے محدث، صغارِ تابعین کے معاصرین میں تھی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں بخاری میں ان سے ۱۶ احادیث مروی ہیں۔ ان کے بارے میں محدثین کی آرا ملاحظہ کریں:

☆ ابوالفتح الازدی نے کہا: کان مرجئا یتکلمون فیہ ذر بن عبداللہ مرجئی تھے۔ محدثین کو ان کے بارے میں کلام تھا۔

☆ ابن خلفون نے کہا: تکلم فی مذھبہ ونُسب الی الارجاء ان کے مذہب کے تعلق سے کلام کیا گیا ہے اور ان کو مرجئی کہا گیا ہے۔

☆ ساجی نے کہا: صدوق فی الحدیث کان یری الارجاء حدیث میں سچے تھے۔ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ امام احمد بن حنبل نے کہا: مابحدیثہ باس وھو اول من تکلم فی الارجاء

ان کی حدیث میں کوئی عیب نہیں۔انہوں نے سب سے پہلے ارجاء کا عقیدہ ظاہر کیا۔(اکمال تہذیب الکمال 4/192)

۴۔سالم بن عجلان الافطس متوفی ۱۳۲ھ: بخاری ،ابوداؤد،نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔مشہور تابعی تھے۔ان کے تعلق سے

☆امام احمد بن حنبل نے کہا: ما اصلح حدیثه وھو مرجئی ان کی حدیث بہت زیادہ صالح تھی، حالانکہ وہ مرجئی تھے۔

☆ابوحاتم نے کہا: صدوق مرجئی وہ سچے اور مرجئی تھے۔

☆ابن حبان نے کہا: ثقہ راویوں سے پیچیدہ روایات لاتے تھے اور احادیث میں الٹ پھیر کرتے تھے۔ایک بُرے معاملے کی ان پر تہمت رکھی گئی اور ظلماً قتل کئے گئے۔

۵۔طلق بن حبیب العنزی البصری متوفی ۹۰ھ: بخاری نے الادب المفرد میں اور امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ان کی روایات لی ہیں۔مشہور تابعی تھے۔ان کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا: وہ بڑے زاہد اور علماء عاملین میں سے تھے۔طاؤس نے کہا: ان کے اندر اللہ کی خشیت تھی۔باوجود اس کے

☆ابوحاتم نے کہا: طلق صدوق یری الارجاء طلق سچے تھے۔ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ابوزرعہ نے کہا: وھو ثقة مرجئی وہ ثقہ، مرجئی تھے۔(سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۰۳)

☆ابن حبان نے کہا: کان مرجئا و کان عابدا۔وہ مرجئی، عابد تھے۔

☆ساجی نے کہا: صدوق کان یری الارجاء سچے تھے۔ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔(اکمال تہذیب الکمال 7/29)

۶۔عاصم بن کلیب الجرمی الکوفی متوفی ۱۳۱ھ: صغارِ تابعین میں سے تھے۔امام بخاری نے ان کی روایت کو اپنی صحیح میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ان کے علاوہ امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان کی روایات لی ہیں۔ان کے تعلق سے ناقدین حدیث کی آرا ملاحظہ کریں:

☆ شریک نے کہا: وکان عاصم بن کلیب مرجئا نسأل اللہ العافیۃ۔ عاصم بن کلیب مرجئی تھے۔ اللہ سے ہم عافیت چاہتے ہیں۔

☆ عقیلی نے کہا: کان مرجئا وہ مرجئی تھے۔ (اکمال تہذیب الکمال 7/ 911، تہذیب الکمال 31/ 735)

۷۔ عثمان بن غیاث الراسبی: بخاری، مسلم، ابوداؤد ونسائی کے راوی ہیں ان کے تعلق سے

☆ امام احمد بن حنبل نے کہا: ثقہ وکان یری الارجاء وہ ثقہ تھے اور ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ ابوعبید الآجری نے ابوداؤد سے نقل کیا: کہ عثمان بن غیاث بصرہ کے مرجئہ میں سے تھے۔ (تہذیب الکمال 91/ 474)

☆ ابن خلفون نے کہا: وقد تکلم فی مذھبہ ونسب الی الارجاء ان کے مذہب کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور ان کو مرجئی کہا گیا ہے۔ (اکمال تہذیب الکمال 9/ 180)

۸۔ مسعر بن کدام الکوفی متوفی ۱۵۵ھ: کبارِ تبع تابعین میں سے تھے۔ کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ وکیع بن جراح نے کہا کہ مسعر کا شک دوسروں کے یقین کی طرح ہے۔ حسن بن عُمارہ نے کہا: اگر مسعر جیسا آدمی جنت میں داخل نہ ہو تو جنتی کم ہیں باوجود اس کے ان کے تعلق سے

☆ ابن سعد نے کہا: وکان مرجئا۔ مسعر بن کدام مرجئی تھے۔ ان کی وفات ہوئی تو جنازے میں سفیان ثوری اور حسن بن صالح نے شرکت نہیں کی۔ (کیوں کہ ان کے معاملے میں وہ غلط فہمی کے شکار تھے)۔ (سیر اعلام النبلاء 7/ 561)

☆ ابوداؤد نے کہا: میں نے امام احمد کو مرجئہ کا ذکر کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے مسعر کو اس میں شمار کیا۔ (موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل 3/ 443)

☆ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا اور کہا: کان مرجئا۔ وہ مرجئی تھے۔ (اکمال تہذیب الکمال 11/ 751)

۹۔ حسن بن محمد بن حنفیہ متوفی ۱۰۰ھ: طبقۂ ثالثہ کے راوی اوساط تابعین میں سے تھے۔ بخاری، مسلم سمیت صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام ذہبی نے فرمایا کہ علماء اہل بیت میں تھے۔ عمرو بن دینار فرماتے تھے کہ اختلافی مسائل میں حسن بن محمد بن حنفیہ سے زیادہ علم والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا باوجود اس کے ان کے تعلق سے

☆ عجلی نے ابواسامہ کا یہ قول نقل کیا: کان مرجئا وھو اول من وضع الارجاء وہ مرجئی تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے لفظ ارجاء کو وضع کیا تھا۔ (الثقات للعجلی ۱/ ۳۰۰)

۱۰۔ ابراہیم بن طہمان متوفی ۱۶۸ھ: بخاری مسلم سمیت صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ لیکن ان کے تعلق سے

☆ صالح بن محمد جزرہ نے کہا: حسن الحدیث، یمیل شیئا الی الارجاء فی الایمان ان کی حدیث حسن ہے، مرجئہ کی طرف کچھ مائل تھے (سیر اعلام النبلاء 7/ 083)

☆ ابوحاتم رازی نے کہا: شیخان بخراسان مرجئان۔ ابوحمزہ السکّری وابراہیم بن طہمان وھما ثقتان خراسان میں دو مرجئی شیخ ہیں۔ ایک ابوحمزہ سکری، دوسرے ابراہیم بن طہمان۔ دونوں ثقہ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء 7/ 183)

معاندینِ امام اعظم ابوحنیفہ سے انصاف کا سوال

جو لوگ امام ابوحنیفہ پر بغض وعناد کی بنیاد پر مرجئی وگمراہ ہونے کا الزام رکھتے ہیں ان سے انصاف کا ایک سوال یہ ہے کہ اوپر ہم نے بطور نمونہ بخاری ومسلم وصحاح ستہ کے دس ایسے راویوں کے نام ذکر کیے جن پر مرجئی ہونے کا الزام ہے، تو کیا بخاری ومسلم کے ان تمام راویوں کو گمراہ مرجئی مانا جائے گا؟ اگر محض الزام کی بنیاد پر بخاری ومسلم کے ان راویوں کو گمراہ مرجئی نہیں کہہ سکتے تو امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب امام ابویوسف ومحمد وغیرہم پر گمراہ مرجئی ہونے کے الزام کی بنیاد پر انہیں مرجئی گمراہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ انصاف کا یہ دوہرا معیار کیوں؟

معاندین ومخالفین کے ذہن وفکر کی اصلاح کے لئے عرض کردوں کہ دراصل مرجئی دو قسم کے ہیں۔ ایک مرجئی وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد عمل ضروری نہیں ۔مومن خواہ گناہ گار ہو یا نیک کار، جہنم میں ہرگز نہ جائے گا۔ ایسا مرجئی یقیناً بدعقیدہ وگمراہ ہے۔ دوسرا مرجئی وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمانِ کامل کے لئے عمل ضروری ہے۔ گناہ گار مومن جہنم میں جانے کا مستحق ہے۔ لیکن وہ کافر نہیں۔ اللہ اگر چاہے گا تو اسے جہنم میں داخل فرمائے گا اور چاہے گا تو اپنے عفو وکرم سے جنت میں داخل فرمائے گا اس معنی میں جو مرجئی ہے وہ اہل سنت وجماعت ہیںبخاری ومسلم کے جن ثقہ راویوں پر مرجئی ہونے کا الزام ہے وہ پہلے معنی کے اعتبار سے نہیں بلکہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے مرجئی ہونا عیب نہیں بلکہ خوبی ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب مرجئی تھے، لیکن اہل سنت کے مخالفین ومعاندین فرقۂ خوارج وجھمیہ نے بخاری ومسلم کے بعض راویوں اور امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب پر پہلے معنی کے اعتبار سے مرجئی وگمراہ ہونے کا الزام رکھا ہی حالاں کہ غلط معنی کے اعتبار سے نہ بخاری ومسلم کے ان راویوں پر مرجئی ہونے کا الزام صحیح ہے نہ امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب پر حق یہ ہے کہ سب اہل سنت وجماعت ہیں لیکن انہیں خوارج ومعاندین نے مرجئی وگمراہ کہا ہی لہذا بخاری ومسلم

کے مذکورتمام راوی جن پر مرجئی ہونے کا الزام ہے ہرگز مرجئی گمراہ نہیں اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب بھی مرجئی گمراہ نہیں۔

یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہاہوں بلکہ اس کی تائید میں ناقدین حدیث کے اقوال موجود ہیں چنانچہ امام ذہبی بخاری و مسلم کے راوی ابراہیم بن طہمان اوران جیسے دیگر محدثین وفقہاء جن پر مرجئی ہونے کا الزام ہے ان کے تعلق سے ابوالصلت کا قول نقل فرماتے ہیں:

سمعت سفیان بن عیینه یقول: ماقدم علینا خراسانی افضل من ابی رجاء عبدالله بن واقد قلت له: فابراهیم بن طهمان؟ قال: کان ذاك مرجئا ثم قال ابوالصلت: لم یکن ارجاء هم هذا المذهب الخبیث ان الایمان قول بلا عمل وان ترك العمل لایضر بالایمان بل کان ارجاء هم انهم یرجون لاهل الکبائر الغفران ردا علی الخوارج وغیرهم الذین یکفرون الناس بالذنوب وسمعت وکیعا یقول: سمعت الثوری یقول فی اٰخر امره نحن نرجو لجمیع اهل الکبائر الذین یدینون دیننا ویصلون صلاتنا وان عمل ای عمل قال: وکان شدیدا علی الجهمیة۔

(سیر اعلام النبلاء، 3/380)

ترجمہ: ابوالصلت نے کہا: میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہمارے پاس ابورجاء عبداللہ بن واقد سے افضل کوئی خراسانی نہیں آیا۔ میں نے کہا ابراہیم بن طہمان؟ انہوں نے کہا: وہ مرجئی تھے۔ ابوا لصلت نے کہا: ان لوگوں کا ارجاء یہ خبیث مذہب نہیں جس کے مطابق ایمان صرف شہادتین کے اقرار کا نام ہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد کوئی عمل کرنا چھوڑ دے تو ایمان کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اُن لوگوں کا ارجاء یہ ہے کہ وہ لوگ گناہ کبیرہ والے مومن کی مغفرت کی امید رکھتے ہیں اور خوارج وغیرہ کا رد کرتے ہیں، جو گناہوں کے سبب ایمان والے آدمیوں کو کافر کہتے ہیں۔

میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے سفیان ثوری کو آخرِ امر میں یہ کہتے ہوئے سنا: ہم تمام گناہ کبیرہ والوں کی مغفرت کی امید رکھتے ہیں جو ہمارے دین کو مانتے ہیں۔ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں۔ اگرچہ کوئی بھی عمل کرے اور انہوں نے یہ کہا: ابراہیم بن طہمان فرقۂ جہمیہ پر بہت سخت تھی۔

ہم تمام مخالفین و معاندینِ امام اعظم ابوحنیفہ کو دعوتِ انصاف دیتے ہیں کہ وہ امام ذہبی کا مذکورہ بالا اقتباس بنظر انصاف پڑھیں اور یہ فیصلہ کریں کہ اگر بخاری و مسلم کے راوی ابراہیم بن طہمان پر گمراہ مرجئی ہونے کا الزام باطل ہے تو امام اعظم پر یہ الزام باطل کیوں نہیں جب کہ امام اعظم اور آپ کے شاگردوں کے صریح اقوال اس بات کی دلیل ہیں کہ گناہ کبیرہ والے مومن کے تعلق سے ان کا عقیدہ وہی ہے جو تمام اہل سنت وجماعت کا ہے؟ برادران غیر مقلدین سے خیر خواہانہ گزارش ہے کہ انصاف سے فیصلہ کریں قبل اس کے انصاف اور فیصلے کا دن آجائے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اظھارہ واتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ وابطالہ

مآخذ و مراجع (باعتبار حروف تہجی)

اسماء کتب	مصنفین	وفات	مطبع	سن طبع
القرآن الکریم				
احوال الرجال	ابراہیم بن یعقوب جوزناجی	۲۵۹ھ	حدیث اکیڈمی، فیصل آباد	
اصول الدین عند ابی حنیفہ	محمد بن عبد الرحمن الخمیس		دار الصمیعی، سعودیہ	
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	علی بن ابی الکریم ابن الاثیر	۶۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	
اکمال تہذیب الکمال	علاء الدین مغلطائی	۷۶۲ھ	الفاروق الحدیثیہ للطباعۃ والنشر	۲۰۰۱ء
البدایہ والنہایہ	ابن کثیر دمشقی	۷۷۴ھ	دار احیاء التراث، العربی	۱۹۸۸ء
تہذیب الکمال فی اسماء الرجال	یوسف بن عبد الرحمن المزی	۷۴۲ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۱۹۸۰ء
تاریخ الاسلام	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دار الغرب الاسلامی	۱۹۹۳ء
التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد	
تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد	۱۳۲۶ھ
التوحید للماتریدی	محمد بن محمد ماتریدی	۳۳۳ھ	دار الجامعات المصریہ، اسکندریہ	
التوحید لابن خزیمہ	ابوبکر ابن خزیمہ	۳۱۱ھ	مکتبۃ الراشد الریاض	
التعرف لمذہب اہل التصوف	محمد بن ابو اسحاق	۳۸۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	۱۴۰۰ھ
تفسیر ابن کثیر	اسماعیل بن عمر	۷۷۴	دار طیبہ للنشر والتوزیع	۱۹۹۹ء
التحفۃ اللطیفہ فی تاریخ مدینۃ الشریفہ	شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بروت	۱۹۹۳ء
الدر المنثور	جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت	
الدر المختار مع رد المحتار	علاء الدین حصکفی ابن عابدین	۱۰۵۲ء		۱۹۹۲ء
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دار الحدیث، قاہرہ	۲۰۰۶ء
سنن ابن ماجہ	ابن ماجہ ابو عبد اللہ القزوینی	۲۷۳ھ	دار احیاء الکتب العلمیہ	
سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ	ناصر الدین البانی	۱۴۲۰ھ	دار المعارف الریاض	۱۹۹۲
سنن ابی داؤد	ابوداؤد بن الاشعث سجستانی	۲۷۵ھ	المکتبۃ العصریہ، بیروت	

الشریعہ	محمد بن حسین آجری	۳۶۰	دار الوطن، سعودیہ	۱۹۹۹ء
شرح ریاض الصالحین	محمد بن صالح عثیمین	۱۴۲۱ھ	دار الوطن، ریاض	۱۴۲۶ھ
شرح السنہ	حسن بن مسعود البغوی	۵۱۶ھ	المکتب الاسلامی، دمشق	۱۹۸۳ء
شرح المقاصد	سعد الدین تفتازانی	۷۹۱	دار المعارف النعمانیہ پاکستان	۱۴۰۱ھ
صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	دار طوق النجاۃ، بیروت	۱۴۲۲ھ
صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج القشیری	۲۶۱ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت	
صحیح ابن حبان	محمد بن حبان تمیمی	۳۵۴ء	مؤسسۃ الرسالۃ	۱۹۹۳ء
الطبقات الکبریٰ	ابو عبد اللہ ابن سعد	۲۳۰ھ	مکتبۃ الصدیق، الطائف	۱۴۰۸ھ
العقیدۃ الطحاویۃ بتعلیق الالبانی	ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ھ		
عقیدۃ الشیخ محمد بن عبد الوہاب	صالح بن عبد اللہ			
الفرق بین الفرق	عبد القاہر بن طاہر بغدادی	۴۲۹	دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت	۱۹۷۷ء
فتاویٰ سلفیہ				
الفقہ الاکبر	ابو حنیفہ نعمان بن ثابت	۱۵۰	مکتبۃ الفرق، سعودیہ	۱۹۹۹ء
مناقب ابی حنیفہ	ابو المؤید الموفق بن احمد مکی			
الملل والنحل	محمد بن عبد الکریم شہرستانی	۵۴۸	دار المعرفت	۱۴۰۴ھ
مصنف ابن ابی شیبہ	ابو بکر بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ	مکتبۃ الرشید، ریاض	۱۴۰۹ھ
ہدایۃ الحیاریٰ فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ	زین الدین مناوی	۱۰۳۱ھ	المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر	۱۳۵۲ھ
وافی بالوفیات	صلاح الدین ابن ایبک صفوی	۷۶۴ھ	دار احیاء التراث، بیروت	۲۰۰۰ء

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیس رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے